حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

الجماعۃ

ستمبر۔اکتوبر ۲۰۲۵ء

قرآن اور سیرت

حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف اس عہد میں بلکہ جب تک دنیا باقی ہے صاحب قرآن کی سیرت وحیات مقدس کے مطالعے سے بڑھ کر نوع انسانی کے تمام امراض قلوب وعلل ارواح کا اور کوئی علاج نہیں۔ اسلام کا دائمی معجزہ اور ہمیشگی کی حجت اللہ البالغہ قرآن کے بعد اگر کوئی چیز ہے تو وہ صاحب قرآن کی سیرت ہے اور دراصل قرآن اور حیات نبوت معنا ایک ہی ہیں۔ قرآن متن ہے اور سیرت اس کی تشریح۔ قرآن علم ہے اور سیرت اس کا عمل۔

(امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد علیہ الرحمہ)

(رسول رحمت: ۱۱)

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یداللہ علی الجماعۃ

حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

مجلّہ

الجماعۃ

خصوصی شمارہ

ربیع الاول–ربیع الآخر ۱۴۴۷ھ • ستمبر–اکتوبر ۲۰۲۵ء

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو-ایل.بی.ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070

9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai

subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com

نگارشات

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

حلقۂ قرآن

ہمارے حاکم اور قاضی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

● شیخ رفیع اللہ سلفی (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

قال اللہ تعالیٰ:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [النساء:۶۵]

’’سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! وہ ایماندار نہیں ہو سکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں‘‘۔

شان نزول: عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا ایک انصاری (ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ) صحابی سے مقام حرا کی ایک نالی کے بارے میں جھگڑا ہو گیا (کہ اس سے کون اپنے باغ کو پہلے سیراب کرنے کا حق رکھتا ہے) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زبیر رضی اللہ عنہ پہلے تم اپنے باغ کو سیراب کر لو، پھر اپنے پڑوسی کو جلدی پانی دے دینا اس پر اس انصاری نے کہا: یا رسول اللہ! کیا اس لئے کہ یہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں؟ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا آپ نے فرمایا: اے زبیر! کھیت سیراب کر و اور پانی اس وقت روکے رکھو کہ کناروں تک بھر جائے پھر اپنے پڑوسی کے لئے چھوڑ دو... اس پر قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ...﴾ [صحیح بخاری:۲۷۰۸، صحیح مسلم:۲۳۵۷]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کامیاب ہونے والے لوگوں میں وہ لوگ شامل ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا حاکم اور فیصل مانتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥١﴾ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ [النور:۵۱-۵۲]

’’ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لئے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان میں فیصلہ کر دے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا۔ یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ جو بھی اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں، خوف الٰہی رکھیں اور اس کے عذابوں سے ڈرتے رہیں، وہی نجات پانے والے ہیں‘‘۔

اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ گمراہ ہیں۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا﴾ [الاحزاب:۳۶]

’’اور (دیکھو) کسی مومن مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ (یاد رکھو) اللہ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہی میں پڑے گا‘‘۔

اس مقام پر رسول اللہ ﷺ کے چند ایک فیصلے قارئین کی نظر کئے جاتے ہیں:

(۱) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مخزومیہ خاتون (فاطمہ بنت اسود) جس نے غزوہ فتح مکہ کے موقع پر چوری کر لی، اس کے معاملے نے قریش کو فکر میں ڈال دیا انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس معاملہ پر آنحضرت ﷺ سے گفتگو کون کرے؟ آخر طے پایا کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے بہت عزیز ہیں۔ ان کے سوا اور کوئی بھی اس کام کی ہمت نہیں کرسکتا۔ چنانچہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں بات کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اسامہ! کیا تو اللہ کے حدود میں سے ایک حد کے بارے میں مجھ سے سفارش کرتا ہے؟ پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا:

''پچھلی بہت سی امتیں اس لئے ہلاک ہوگئی تھیں کہ جب ان کا کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا اور اگر کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے اور اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرے تو میں اس کا بھی ہاتھ ضرور کاٹ ڈالوں گا۔[صحیح بخاری: ۳۴۷۵، صحیح مسلم: ۴۵۰۵]

(۲) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ کتاب اللہ کے مطابق میرا فیصلہ فرمائیں اور دوسرا جو اس کی بہ نسبت زیادہ سمجھدار تھا، اس نے بھی کہا: کہ ہمارے درمیان آپ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمائیں اور مجھے کچھ عرض کرنے کی اجازت دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بیان کرو! وہ بولا: میرا بیٹا اس کے ہاں مزدوری پر کام کرتا تھا اس کی اہلیہ سے زنا کا مرتکب ہو گیا ہے اور مجھے خبر دی گئی کہ میرے بیٹے پر رجم کی سزا ہے تو میں نے اس کے فدیئے میں سو بکریاں اور ایک لونڈی دے کر چھڑا لیا ہے۔ اس کے بعد میں نے اہل علم سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ میرے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور اس عورت کو سزائے رجم ہے یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللَّهِ، أَمَّا غَنَمُكَ وَجَارِيَتُكَ فَرَدٌّ عَلَيْكَ، وَجَلَدَ ابْنَهُ مِائَةً وَغَرَّبَهُ عَامًا، وَأَمَرَ أُنَيْسًا الْأَسْلَمِيَّ أَنْ يَأْتِيَ امْرَأَةَ الْآخَرِ، فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا" فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا''.[صحیح بخاری، کتاب المحاربین، باب اذا رمی امرأتہ أو امرأۃ غیرہ بالزنا عند الحاکم والناس: ۶۸۴۲]

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تمہارا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کروں گا۔ تمہاری بکریاں اور تمہاری لونڈی تمہیں واپس ہیں پھر ان کے بیٹے کو سو کوڑے لگوائے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا اور انیس اسلمی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ اس مذکورہ عورت کے پاس جائیں اگر وہ اقرار کر لے تو اسے رجم کر دیں''۔

اس لئے امتِ مسلمہ کو چاہئے کہ وہ اپنے تمام معاملات و مسائل میں نبی ﷺ اور آپ کی سنت مبارکہ اور احادیث صحیحہ کو حاکم اور فیصل بنالیں خاص طور پر اختلافی مسائل میں سنت اور حدیث ہی ہمارے لئے قول فیصل بن جائے تو ہم دنیا و آخرت دونوں میں سرخرو ہو جائیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع و پیروی کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

حلقۂ حدیث

چھپا کر صدقہ دینے کی فضیلت

● شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی، ممبئی)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - رضي الله عنه - عَنِ النَّبِيِّ - صلى الله عليه وسلم - قَالَ:"سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ...". فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَفِيهِ:"وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ"مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں جگہ دے گا جبکہ اس روز اس کے سائے کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔'' پھر مکمل حدیث بیان کی۔ اور اس میں ہے کہ (ان سات آدمیوں میں وہ آدمی بھی شامل ہے:) ''جو اس قدر پوشیدہ طور پر صدقہ دے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر بھی نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

تخریج حدیث:

صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ بالیمین، حدیث: 1423، وصحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل إخفاء الصدقۃ، حدیث: 1031، سنن الترمذی، ابواب الزھد، باب ما جاء فی الحب فی اللہ، حدیث: 2391، سنن النسائی، کتاب آداب القضاۃ، الامام العادل، حدیث: 5380، مسند احمد: 439/2، حدیث: 9665۔

فوائد ومسائل:

1۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعث بعد الموت اور روز جزاء کا قیام برحق ہے۔

2۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز عرش الٰہی کے سائے کے علاوہ اور کہیں سایہ میسر نہیں آئے گا۔

3۔ عرش کیا ہے؟ اس کی صحیح کیفیت ونوعیت اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے۔

4۔ اس حدیث میں مرد کی قید اتفاقی ہے، ورنہ انھیں اوصاف سے متصف اگر کوئی خاتون ہوگی تو اسے بھی یہی ثواب ملے گا۔

5۔ اس حدیث میں صدقہ وخیرات کو مخفی طریقے سے دینے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ نیز اس بات کی ترغیب ہے کہ صدقہ انتہائی اخلاص کے ساتھ نمود ونمائش اور دکھلاوے سے سخت اجتناب کرتے ہوئے کیا جائے، ہاں اگر دوسروں کو ترغیب دلانا مقصود ہو تو ظاہر کرکے بھی صدقہ دینا جائز ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِن تُبْدُوا۟ ٱلصَّدَقَـٰتِ فَنِعِمَّا هِىَ ۖ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا ٱلْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّـَٔاتِكُمْ ۗ وَٱللَّهُ بِمَا

تَعۡمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ [البقرة:۲۷۱]

''اگر تم صدقات کو ظاہر کرو تو یہ بھی اچھا ہے اور اگر تم انہیں مخفی رکھ کے فقراء کو دو تو یہ بھی تمہارے لئے بہتر ہے اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو مٹادے گا اور اللہ تعالیٰ تمام اعمال کی خبر رکھنے والا ہے''۔

6-صدقہ چھپا کر دینے سے بندہ خود کو اونچا نہیں سمجھتا اور نہ ہی اپنے احسان جتلاتا ہے، بلکہ ایک عاجز بندے کی طرح اللہ کے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔

7-صدقہ چھپا کر دینے سے لینے والے کو شرمندگی اور رسوائی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔

اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے سب سے افضل صدقہ قرار دیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''فقیر کو پوشیدگی سے دینا اور کم مایہ آدمی کا مشقت کے ساتھ صدقہ کرنا''۔ (مسند احمد: ۲۲۱۸۹)

اللہ نے خفیہ صدقہ کرنے والے کی عظمت اور وزنی ہونے پر تعریف، اسے سب سے زیادہ قوی کہہ کر کی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جب اللہ نے زمین کو پیدا کیا تو اس نے ہلنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا کر کے زمین پر ڈال دیا تو زمین ٹھہر گئی، فرشتوں نے پہاڑوں کی پیدائش پر تعجب کا اظہار کیا اور کہا اے ہمارے رب! کیا پہاڑوں سے بھی زیادہ قوی تیری مخلوق میں سے کوئی چیز ہے؟ فرمایا: ہاں، لوہا ہے، فرشتوں نے پھر کہا کیا لوہے سے بھی قوی کوئی چیز تیری مخلوق میں سے ہے؟ فرمایا: ہاں، آگ ہے، انہوں نے پھر سوال کیا، آگ سے بھی زیادہ طاقتور کوئی ہے؟ فرمایا: ہاں پانی ہے، پھر پوچھا: کیا پانی سے بھی زیادہ طاقتور کوئی چیز ہے؟ فرمایا: ہاں، ہوا ہے، پھر عرض کی، کیا ہوا سے بھی قوی کوئی چیز تیری مخلوق میں سے ہے؟ فرمایا: ہاں (وہ) ابن آدم جو اپنے داہنے ہاتھ سے صدقہ کرتا ہے (اور) بائیں ہاتھ سے چھپاتا ہے۔ (مسند احمد: ۱۲۱۹۳، وقال حمزۃ احمد الزین اسنادہ صحیح)

8-اس حدیث میں مذکور فضیلت واجب اور مستحب دونوں قسم کے صدقوں کو شامل ہے۔

9-اس حدیث میں اختصار کے پیش نظر سات میں سے صرف ایک کا ذکر کیا گیا ہے، باقی چھ افراد یہ ہیں:

(1) عدل گستر امام و حکمراں۔

(2) رب کی اطاعت میں جوان ہونے والا شخص۔

(3) وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہے۔

(4) اللہ کے لئے محبت کرنے والے دو افراد جن کا ملنا اور بچھڑنا اللہ کے لئے ہو۔

(5) حسن و جمال والی عورت کے بلانے پر محض اللہ سے ڈر کر پیچھے ہٹ جانے والا شخص۔

(6) تنہائی میں اللہ کو یاد کر کے فرط محبت سے رونے والا شخص۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صدقہ کی اہمیت و فضیلت کو سمجھنے اور نہایت ہی اخلاص و للّٰہیت کے ساتھ اس عمل کو انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اداریہ

سیرتِ طیبہ کے درخشاں پہلو

مدیر

تاریخِ انسانی کا مطالعہ کیجیے تو ہر دور میں بڑے بڑے نام سامنے آتے ہیں۔ کہیں فلسفی واہل شعور ہیں جو فکر کے چراغ جلاتے ہیں، کہیں فاتحین وجرنیل ہیں جو تلوار کی دھار پر سلطنتیں قائم کرتے ہیں، اور کہیں طاقتور بادشاہ ہیں جو اپنی شان وشوکت کے قلعے کھڑے کرتے ہیں۔ لیکن یہ سب خواب کی مانند ہیں جو صبح کی روشنی میں بکھر جاتے ہیں۔ وقت کی گردان کے نقوش کو مٹا دیتی ہے اوران کی عظمت افسانہ بن کر رہ جاتی ہے۔ صرف ایک ذات ہے، جس کی روشنی زمان ومکان کی قید سے آزاد ہے؛ ایک ہستی ہے جس کے جلووں کی تابانی صدیوں کو منور کر رہی ہے؛ ایک رہنما ہے جس کے نقوشِ پا انسانیت کے لیے چراغِ راہ ہیں۔ وہ ہیں سید المرسلین، رحمت للعالمین، محمد مصطفیٰ ﷺ۔ جنھیں سراجا منیرا کا خطاب ملا ﴿وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا﴾ [الاحزاب:۴۶]

اور جنھیں انسانیت کا مسیحا اور پوری کائنات کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ [الانبیاء:۱۰۷]

اور ہم انہیں کے اسوۂ حیات کے پابند بنائے گیے ہیں۔ آپ ﷺ کا اسوہ دراصل انسانیت کے لیے ایک ہمہ گیر ضابطۂ حیات ہے۔ عبادت سے لے کر سیاست تک، گھریلو زندگی سے لے کر میدانِ عمل تک، معیشت سے لے کر معاشرت تک زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس میں نبی کریم ﷺ کی سیرت ہمارے لیے رہنمائی نہ دیتی ہو۔

آپ ﷺ کے نقوشِ حیات وہ چراغ ہیں جو تاریکیوں کو اجالا بخش دیتے ہیں، آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ انسانیت کے لیے ایسا روشن مینار ہے جس کی روشنی سے صدیوں کے قافلے اپنی راہیں منور کرتے آئے ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت کا ہر پہلو نہ صرف مثالی ہے بلکہ زندگی کے ہر شعبے کے لیے عملی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ دراصل انسانیت کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت کا ہر پہلو درخشاں ہے: صدق وامانت میں مثال، عدل وانصاف میں بے نظیر، رحمت وشفقت میں بے پایاں، عفو ودرگزر میں بے مثل، اور تواضع میں بے مثال۔ اگر آج کی دنیا نفرت، ظلم، لالچ اور فتنہ وفساد سے چھٹکارا پانا چاہتی ہے تو اسے آپ ﷺ کی سیرت کے درخشاں پہلوؤں اور آپکے اسوۂ حیات کو اپنانا ہوگا۔ یہی وہ روشنی ہے جو انسان کو اندھیروں سے نکال کر امن، محبت اور فلاح کی راہ دکھا سکتی ہے۔ کائنات کی وسعتوں میں اگر کوئی چہرہ ایسا ہے جو روشنی کا مرکز اور انسانیت کا سہارا بن کر ابھرا تو وہ رحمت عالم ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ محض وحی کے نزول کا آئینہ نہ تھی بلکہ ایک مکمل انسانی زندگی کا پیکر بھی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الاحزاب:۲۱]

یعنی رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

یہ نمونہ کسی بلند و دسترس سے باہر ہستی کا نہیں بلکہ ایک ایسے انسان کا ہے جو ہر درد کو محسوس کرتا، ہر غم کو سہتا، اور ہر جذبے کو اپنی ذات میں سموئے ہوئے ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی سیرت کا سب سے درخشاں پہلو آپ کا بے داغ کردار ہے۔ بعثت سے پہلے ہی عرب کے بیابانوں میں آپ کو ''الصادق'' اور ''الامین'' کہا جاتا تھا۔ یہ وہ لقب ہے جو دشمن نے بھی آپ کو دیا۔ جب مکہ کے قبائل خانہ کعبہ کی تعمیر کے دوران حجرِ اسود رکھنے پر لڑنے لگے تو فیصلہ آپ ﷺ کے سپرد کیا گیا۔ آپ نے اپنی حکمت سے ایسا حل نکالا کہ سب مطمئن ہو گئے اور خونریز جنگ ٹل گئی۔ یہ واقعہ ثابت کرتا ہے کہ سچائی اور امانت انسان کو عزت کی بلند چوٹیوں پر پہنچا دیتی ہے۔

آپ ﷺ کی ذات میں سب سے نمایاں وصف اللہ سے بے پناہ محبت اور عبادت کی لذت تھی۔ رات کی خاموشی میں جب مدینہ کی گلیاں سکوت میں ڈوبی ہوتیں، ستارے آسمان پر محوِ رقص ہوتے، اس وقت اللہ کا محبوب ﷺ اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہوتا۔ آنکھوں سے اشکوں کی دھار بہتی اور زبانِ مبارک سے دعائیں نکلتی تھیں۔

ایک موقع پر اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! آپ تو معصوم ہیں، پھر اتنی عبادت کیوں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا:

''کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟''۔ (بخاری)

یہ جواب دراصل بندگی کی معراج ہے۔ گویا عبادت محض ذمہ داری نہیں بلکہ شکر گزاری اور محبت کا اظہار ہے۔

نبی کریم ﷺ کے اخلاق وہ دریا ہیں جن سے انسانیت نے سیرابی حاصل کی۔ اور دنیا نے کردار کی بلندیاں سیکھیں۔

قرآن نے آپ ﷺ کے بارے میں فرمایا:

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ [القلم:۴]

''اور بیشک آپ عظیم اخلاق کے مالک ہیں''۔

فتح مکہ کے دن آپ ﷺ جانی دشمنوں کے سامنے فاتح بن کر کھڑے تھے۔ وہی لوگ جنہوں نے آپ ﷺ کو وطن سے نکالا، ایذائیں دیں، اور جنگیں مسلط کیں۔ مگر بدلے کے بجائے آپ ﷺ نے معافی کا اعلان فرما دیا۔

یہ اعلان تاریخ کی عدالت میں ایسا فیصلہ ہے جو آج بھی انسانیت کو عفو و درگزر کا سبق دیتا ہے۔

طائف کے سنگدلوں نے جب پتھروں سے جسم مبارک کو لہولہان کیا تو فرشتہ حاضر ہوا کہ اگر حکم دیں تو پہاڑ ان پر الٹ دیا جائے۔ مگر آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے، یہ جانتے نہیں''۔

یہ وہ دل ہے جس میں نفرت کی گنجائش نہ تھی، بلکہ رحمت ہی رحمت تھی۔

اگر کوئی یہ سمجھے کہ رسول ﷺ کا اسوہ صرف عبادت اور جنگ تک محدود ہے تو یہ ادھورا تصور ہے۔ گھریلو زندگی میں بھی آپ ﷺ سب سے بہترین شوہر، شفیق والد اور رحمدل انسان تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ اپنے اہلِ خانہ کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے تھے''۔ (بخاری)

نواسوں کے ساتھ کھیلنا، بچوں کو کندھوں پر بٹھا لینا، اور

بیویوں کے ساتھ محبت وعزت سے پیش آنا آپ ﷺ کے معمولات میں شامل تھا۔آپ ﷺ نے سکھایا کہ ایک مرد کی عظمت گھر کے سکون اور محبت سے بھی جڑی ہے۔اور سب سے بہتر انسان وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا سب سے پیارا پہلو آپ کی انکساری ہے۔آپ ﷺ نے کبھی اپنی شان وعظمت پر غرور نہ کیا۔آپ غلاموں کے ساتھ کھانا کھاتے،اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے،اونٹنی پر سوار ہو کر سفر کرتے اور فرمایا کرتے:

''میں بھی ایک بندہ ہوں،تمہاری طرح کھاتا ہوں اور تمہاری طرح بیٹھتا ہوں''۔

یہ تعلیم انسانیت کو بتاتی ہے کہ اصل عظمت دولت یا اقتدار میں نہیں بلکہ عاجزی اور تواضع میں ہے

آپ ﷺ نے نسلی تفاخر اور طبقاتی غرور کی دیواریں گرا دیں۔حجۃ الوداع کے خطبہ میں اعلان فرمایا:

''کسی عربی کو عجمی پر،کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں، سوائے تقویٰ کے''۔

یہ اعلان گویا پوری انسانیت کے لیے مساوات کا منشور تھا۔

عدالت کا حال یہ تھا کہ جب ایک قریشی عورت نے چوری کی اور لوگ سفارش کرنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا''۔

یہ وہ عدل ہے جس نے ریاستِ مدینہ کو انسانیت کا گہوارہ بنا دیا۔

صلح حدیبیہ کی شرائط بظاہر مسلمانوں کے خلاف نظر آ رہی تھیں، صحابہ بھی متفکر تھے۔مگر رسول اکرم ﷺ نے پوری بصیرت سے یہ معاہدہ قبول کیا۔ چند ہی سالوں میں حالات بدلے اور یہی صلح اسلام کی عظیم فتوحات کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

یہ بصیرت سکھاتی ہے کہ اصل قیادت وہی ہے جو وقتی نقصان برداشت کر کے دائمی کامیابی کا راستہ ہموار کرے۔

آج کا انسان ترقی کی بلند چوٹیوں پر ہے،مگر سکونِ قلب سے محروم ہے۔مشینیں بن گئیں مگر دل خالی ہیں،عمارتیں بلند و بالا ہو گئیں مگر رشتے بکھر گئے،دولت بڑھ گئی مگر دل تہی دامن ہیں۔ ایسے عالم میں اگر کوئی نسخۂ نجات ہے تو وہ صرف اور صرف اسوۂ رسول ﷺ ہے۔

اگر ہم رسول اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں یعنی صداقت وسچائی،عدل وانصاف،اخوت ومحبت،خدمتِ انسانیت، عفو ودرگزر،صبر وقناعت اور دیگر اخلاق عالیہ کو اپنی زندگیوں میں شامل کر لیں تو نہ صرف ہمارے معاشرے سنور جائیں گے بلکہ پوری دنیا امن وسکون کا گہوارہ بن جائے۔

اس لئے کامیابی اسی میں ہے کہ ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اسوۂ رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھال لیں، کیونکہ یہی چراغ ہے جو دنیا کو ظلمت سے نکال کر روشنی کی طرف لے جا سکتا ہے اور ہمیں ایک پر امن وخوشحال معاشرے کی تعمیر میں مدد فراہم کر سکتا ہے۔آج ماہِ ربیع الاول ہو یا دیگر مہینے ہر ایک میں ہمیں من گھڑت بدعات وخرافات سے دور رہ کر اسوۂ رسول اور سیرت مصطفیٰ ﷺ کو زندہ کرنا چاہئے اور یہی حقیقی پیغام ہے سیرت طیبہ کا۔

اللہ سے دعا ہے کہ مولیٰ ہمیں نبی کے اسوۂ حیات پر چلنے کی سعادت عطا فرما۔وما توفیقی الا باللہ

فکر وشعور

اداروں اور جماعتوں میں اخوانی فکر کا نفوذ

● شیخ شعبان بیدار صفاوی (استاذ مرکز امام بخاری: تلولی)

روافض کے یہاں زبان و بیان کی گہرائی ہوتی ہے، گفتگو کی نفاست تو ان ہی پر ختم ہے۔ دل میں لاکھ نفرت کا جہنم سلگ رہا ہو، یہ شعلہ زن نہیں ہوتے۔ ان کے یہاں ضبطِ سخن کی سنگین صلاحیت اور سخن سازی میں ناپیدا کنار مہارت ہوتی ہے۔ یہ لوگ فقروں کی بندش کا معیار بلندیٔ افلاک سے کچھ کم نہیں رکھتے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ تقیہ کا مہذب اظہار روافض کی نمایاں خصوصیات میں سے ہے۔ یہ اول درجے کی افسانہ نویس اور فسوں ساز قوم ہے۔

مرثیہ نگاری کے فن میں، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت انجام دینے کے بعد سے ہی، ان کا کوئی ثانی نہ رہا۔ نالہ وشیون کو اس قوم نے ایک فن اور ایک تہذیب کا مقام دے دیا۔ دنیا کا عظیم ترین جھوٹ بھی اگر یہ قوم مرثیہ کی صورت بیان کردے تو شعور لاکھ بیدار رہے، آنکھوں میں آنسو دبے پاؤں آ ہی جاتے ہیں۔ یہ حقیقت میں آنسوؤں کے سوداگر ہیں۔ یہ دردفروش اور فتنہ پرور لوگ ہیں۔ ان کے طلسماتی ہاتھوں نے جھوٹ کی لٹیں تراشنے میں ایسی ایسی فنکاری کا مظاہرہ کیا کہ جبینِ تاریخ حیرت کدہ بنی ہوئی ہے۔

جس دور میں محدثین احادیثِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں مشغول تھے، یہ قوم جھوٹ کی حویلیاں تعمیر کرنے اور اخبار نویسی میں مصروف تھی۔ ان کا ہر آدمی کذب بیانی کی فیکٹری تھا۔ شہادتِ عثمان، جنگِ جمل وصفین، اور شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ کے فتنے برپا کرنے کے بعد، ان کا جو بھی وقت بچا، پوری طرح سے خرافات کی صناعی میں گزرتا رہا۔

اس قوم کو اپنی آتشیں سلطنت کے بجھ جانے کا غم ہنوز نہیں گیا، بس شکل وصورت تبدیل ہوگئی ہے۔ مجوسیت کے جو اعلیٰ ترین تہذیبی اور تمدنی اقدار تھے، ان کی جھلک آپ لکھنؤ کے نوابوں کے یہاں دیکھ لیجیے۔ ملنے جلنے کا وہی ہنر، گفتگو کا وہی مخصوص سلیقہ، بھرپور سبائی ہنرمندی کے ساتھ اپنے جوبن پر نظر آتا ہے۔ کھانے پینے اور برتنے کا شاہی انداز یا کسروی سطوت کی پرچھائیاں ہر حویلی میں نظر آئیں گی۔

آپ تشیع کی سیرگاہ میں چل کے تو دیکھیے، اس کے گلزاروں میں چہل تو کیجیے۔ پھر آپ دیکھیے گا کہ کانٹوں نے بھی کس طرح پھولوں کی وہ چادرِ حسن اوڑھ رکھی ہے کہ انگلیاں زخمی کرنے کو طبیعت مچل اٹھے۔ یعنی تلوار کی دھار میں جمالِ جاناں، نگاہِ دل کو ایسا خیرہ کرتا ہے کہ زندگی کے لیے مرنے والا، موت کے لیے مرجائے۔

آپ اگر حسنِ ایران کی قربان گاہ پر مصلے بچھانے کے بجائے قوتِ نظر بچائے رکھنے کے اہل ہیں، اگر آپ کی سفید داڑھی لبِ لعلیں کے فریب سے رنگین نہ ہو تو دیکھ سکیں گے کہ رافضیت کا پیڑ سبائی خاک اور کسروی تخم کی پرداختہ ہے۔ بس! اس کی نشوونما اسلامی تہذیب وتمدن کی آب وہوا میں مکمل ہوئی، اور دراصل یہی وہ درخت ہے جسے مکتبِ تشیع کا نام دیا گیا۔

ہندوستان کی جماعتِ اسلامی اور عربی دنیا کی اخوانی تحریک بنیادی طور پر اسی رافضیت کا مدبرسنی ورژن ہے۔ اگر اس امر میں

آپ کو شک ہو تو پوری تاریخ پر کبھی سرسری نظر ڈال لیجیے۔آپ کو اس یقین کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا کہ عہدِ زوال میں جو ایشین برانڈ رافضیت کاشت کی گئی، وہی تحریکیت یا اخوانیت ہے۔

خیر القرون کا مطالعہ کیجیے، عہدِ مشاجرات کی تہہ میں جائیے، یہی رافضی سبائی ٹولہ متحرک ملے گا۔اور موجودہ دور میں اسی ذہنیت کی بساط حکومتِ الٰہیہ کے نام سے بچھائی گئی۔امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کی سزا انہیں یہ ملی کہ اس منصوبہ بند حادثہ نے ان کے رگ و پے میں ہوسِ اقتدار کی آگ بھر دی ہے۔اب شاید ہی کوئی رافضی نواز اس تمازت سے باہر نکل پائے۔

آخر اسی ذہنیت نے آپ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا۔اسی ذہنیت نے قرابت داری اور نسلی بنیاد پر اسلامی سیاست کا اپنا جھوٹا اور خانہ ساز تصور پیش کیا۔کسی کو لگتا ہے کہ ''حکومتِ الٰہیہ'' کوئی جدید اصطلاح ہے تو اس نے غلط سمجھا۔فی الواقع یہ صرف مصطلحات کی تبدیلی کا مسئلہ ہے۔

امامت و خلافت کے جس مزور نظریہ کی بنیاد پر سبائی فتنہ پروروں نے خلیفۂ ثالث کو شہید کیا تھا، جس نظریہ کو عدالتی شفافیت کا عنوان دیا تھا، جس فتنہ و فساد کو ''اصلاح'' کے لقب سے ملقب کیا تھا وہی فتنہ ہمہ گیر آج بھی کپڑے بدل بدل کر سامنے آ رہا ہے، اور امتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج تک اس شجرۂ خبیثہ کی زہرناکیوں سے پریشان ہے۔

اس جدید سنی سبائی تکنیک میں سیدیت، جمہوریت، ملوکیت اور جدیدیت کا ایک مخلوط تیار کیا گیا، اور یہ سارا مکسچر رافضی کھیتوں میں تیار کیا گیا۔انہی کا لٹریچر، انہی کا انقلاب، انہی کے نعرے، انہی کے آیات الشیاطین، انہی کے متعہ زادے اس کی جڑوں میں موجود رہے۔اور یہی وجہ ہے کہ اپنی پیدائش سے اب تک جماعتِ اسلامی روافض کے دفاع میں منہمک رہی۔

اس جماعت کے اکثر و بیشتر یا تمام افراد نے ہمیشہ یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ روافض کو ساتھ لیے بغیر امت کی تشکیل نہیں ہو سکتی۔ہمیشہ یہ تبلیغ کرتے رہے کہ ان پر جھوٹے الزامات عائد کیے جا رہے ہیں۔ہمیشہ یہ بیانیہ تیار کیا کہ وہ مظلوم ہیں، ان پر توہینِ صحابہ کا الزام عبث ہے، تحریفِ قرآن کا نقطۂ نظر ان کی طرف قطعاً غلط منسوب ہے، اور یہ کہ وہ انقلابی ہیں، پھر وہ صالح انقلاب کے حامی ہیں، خمینی اس عظیم متحدہ امت کے حق میں رول ماڈل ہیں۔

ایرانی قوم بہادر قوم ہے، یہ دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں سے ٹکرا جاتے ہیں۔یہ قضیۂ فلسطین کے ہمنوا ہیں، القدس آزاد ہوگا تو انہیں سے ہوگا۔یہ فرقہ پرست نہیں ہیں بلکہ اتحادِ امت کے داعی ہیں۔الغرض، اس طرح کی بے شمار باتیں جماعت اسلامی اور اخوانی گروپ کی طرف سے کبھی قولاً، کبھی عملاً ہمیشہ پیش کی جاتی رہی ہیں۔

جماعت اسلامی کے رسائل و جرائد، ماہنامے، کتابیں، تقریریں، بیانات، وفود، آفسیں اور رجالِ کار سب اس بات کے شاہد عدل ہیں کہ انہوں نے سنیوں میں سافٹ رافضیت کی دعوت دی، اسے قابلِ قبول بنایا، اس کے لیے تنفر کے جذبات کم کرنے کی محنت کی، اس کا دفاع کیا، اس کے مقابل کھڑے ہونے والوں کو یہودیوں کا ایجنٹ کہا، انہیں بزدل قرار دیا، ان کے خلاف پروپیگنڈہ کیا، اور وہ سب کچھ کیا جو ایک بھائی اپنے بھائی کے لیے انجام دیتا ہے۔

صاحبو! بہت اچھی طرح یاد رکھیے! جماعت اسلامی کے افراد پوری سبائی تکنیک کے ساتھ اداروں اور جماعتوں میں دخیل بن جاتے ہیں۔یوپی انڈیا، اور نیپال کی جمعیت اہل حدیث میں یہ لوگ کلیدی عہدوں پر بھی قابض رہے ہیں، ممکن ہے آج بھی ہوں۔

اس کی بڑی وجہ ہے کہ یہ لوگ منافق ہوتے ہیں۔سبائی ٹولے سے انہیں جس نفاق کی تربیت ملی ہوتی ہے، اس کے سائے

میں اپنی تمازت بھری طبیعت چھپائے پھرتے ہیں۔

بعض دیگر جماعتوں کا حال تو اور برا ہے۔ وقت کا مغرور سبائی صفت اخوانی اور رافضی سلمان ندوی ندوۃ العلماء میں ایک لمبے عرصے تک طلباء کو اپنے نظریات کی بدترین غذا مشنری جذبے کے تحت دیتا رہا۔ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا، رفع الیدین نہ کرنا، فروعاتِ فقہیہ میں تقلید کا دعویٰ بس اتنی بات حنفیت کے لیے کافی مان لی گئی۔ یوں ''ندویت'' اور ''ندوی توسع'' کے نام پر جماعت اسلامی اور اخوانیت نے پوری دیوبندیت کا چیتھڑا بنا کر رکھ دیا ہے۔

حالیہ دنوں میں اس خبیثِ زمانہ اور عہدہ ومناصب کے اس حریص بڈھے کو جماعتِ غیر اسلامی کا ذہن رکھنے والوں نے اپنا اسٹیج دیا ہوا ہے۔

حنفی احباب سے گزارش ہے کہ بلاشبہ اگر آپ ہمیں غلط سمجھتے ہیں تو ہم پر رد کرنا اپنا حق بھی سمجھ سکتے ہیں، مگر اللہ کے واسطے اس فتنۂ تازہ کا ادراک کیجیے! یہ آپ کو اندر سے اس طرح تبدیل کردے گا کہ آپ محسوس تک نہیں کر پائیے گا۔ عظمتِ صحابہ اور اصول پرستی ہمارا آپ کا مشترکہ مسئلہ ہے، ہمیں اس کی مخالفت میں اُٹھی ہر آندھی کو روکنا ہوگا۔

جماعتِ اہل حدیث کی یہ صورت حال تو نہیں، لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا: محفوظ یہ بھی نہیں ہیں۔ تحریکی یا تحریکی صفت لوگ خاندانی اہل حدیث کے نام پر سلفیوں میں گھس کر اپنے افکار ونظریات پھیلانے کی محنت میں جٹے رہتے ہیں۔

میں بعض ایسے اداروں کو اچھی طرح جانتا ہوں جن کے ذمہ داران پکے جماعتِ اسلامی اور اخوانی فکر کے حامل ہیں، اور بعض اخوانی فکر کے بڑے قابلِ سہولت کار ہیں۔ اپنے یہاں حکمت کے ساتھ اس ذہن کے لوگوں کو موقع دیتے ہیں، نیم دروں نیم بروں کی کیفیات میں جیتے ہیں، اور یہ تصور فروش لوگ آزادیِ افکار کے نام پر گندے افکار کے سہولت کار بنے ہوئے ہیں۔

بعض بزدل ہیں، بعض جری۔ جو جری ہیں، وہ دفاع کرتے ہیں؛ جو بزدل ہیں، خود کو ظاہر نہیں کر پاتے۔ فکر ونظر کے یہ یتیم بعض دفعہ خود کے بارے میں ہی یہ طے نہیں کر پاتے کہ آخر وہ ہیں کیا!

یوپی کے ایک ادارے میں کسی زمانے میں بعض بدترین اخوانی گھس آئے تھے جن سے آج بھی میرا مباحثہ جاری رہتا ہے۔ بلکہ ان ذمہ داران سے بھی مباحثے ہوتے رہے ہیں۔ اس لیے یہ بے حد ضروری ہے کہ ایسے لوگوں کی شناخت ہو اور پوری دیانت داری سے اس فکر کے حاملین سے دوری بنا کے رکھی جائے۔

سعودیہ عربیہ میں کسی زمانے میں امت کے نام پر یہ فتنہ تعلیمی اداروں اور حکومتی شعبوں میں نفوذ کر گیا تھا۔ آج جب یہ فکر اپنے فسادات کی بنا پر روندی جا رہی ہے، تو پروپیگنڈہ کے وظیفے میں لگ گئی ہے۔

الغرض! سبائی نفاق کے مختلف اشکال دیکھنے ہوں تو رافضیت اور ان کے سہولت کار اخوانیوں کو دیکھ لیجیے۔ ان لوگوں کو عقیدہ و عمل سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ ثوٗاریت میں ان کے ساتھی بن جائیے، ایرانی انقلاب کے حمایتی ہو جائیے، سعودیہ عربیہ کو گالی دیجیے، ایرانی انقلاب اور ایران کا دفاع کیجیے، ''حکومتِ الٰہیہ'' کے نام سے کوئی بت بنا کر اس کی پرستش کیجیے، مولانا مودودی کے نظریۂ اصحاب سے اتفاق کر لیجیے، حدیث کے بارے میں شبہات پال لیجیے بس ''تحریقی'' ہو گئے! باقی آپ اپنی راہ پر قائم رہیے، کچھ حرج نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ لوگ آہستہ آہستہ تحریقی ہو جاتے ہیں اور وہ یہی سمجھتے رہتے ہیں کہ وہ اہلِ حدیث ہیں۔

عقیدہ ومنہج

ظلم اوراس کی اقسام وصورتیں

● شیخ مختاراحمد محمدی مدنی (جبیل،سعودی عرب)

قارئین کرام! شرعی اصطلاحات کی توضیح کرنا اوراس کا علم رکھنا ہرمسلمان کے لئےضروری ہے۔انھیں اصطلاحات میں سے ایک اصطلاح ہے:ظلم اوراس کی اقسام،ایک مسلمان کے لئے سلف صالحین کے عقیدہ ومنہج کے مطابق ان مصطلحات اوران کے درمیان جوفرق ہےان کا جاننا بیحدضروری ہے،ورنہ انسان جادہ حق سے بھٹک کرگمراہ ہوجائے گا جیسے خوارج جب انہوں نے سلف صالحین کی روش کوچھوڑ کرشرعی اصطلاحات والفاظ کی من مانی تشریح کی توگمراہی کا شکارہوگئے،سلف صالحین کے عقیدہ ومنہج سے خروج وبغاوت کرتے ہوئے تمام مسلمانوں کی تکفیرکی پھران کی جان ومال کوحلال کرلیا،مسلمانوں کےقتل کو عبادت اورجہادقراردےدیا،اسی طرح سارےاہل بدعت وسارےاہل زیغ وضلال ہیں جب انہوں نےسلف صالحین کی روش اوران کا منہج چھوڑاتو راہ حق سے بھٹک گئے،خودگمراہ ہوئے اوردوسروں کی گمراہی کا ذریعہ بن گئے،اس لئے ان الفاظ واصطلاحات کے معانی ومطالب کیا ہیں؟ ان میں باہمی فرق کیاہے؟کس لفظ سےکیامرادہے؟ان کا جاننا بہت ضروری ہے۔

ظلم کےلغوی معنی ہیں: **وَضْعُ الشَّيْئِ فِي غَيْرِ مَحَلِّهِ** یعنی کسی چیزکواس کی جگہ کے علاوہ دوسری جگہ رکھنا یعنی زیادتی کرنا،حدسے بڑھنا۔

علماء نے اس کی مختلف تعریفیں کی ہیں: مثال کے طور پر ناانصافی کرنا،کسی کوتکلیف پہونچانا،حق سےتجاوزکرنا،کسی کواس کا حق نہ دینا،کسی کو ناحق مارنا،کسی کوستانا،بلا اجازت تصرف کرنا وغیرہ وغیرہ۔

ظلم کی خطرناکی اوراس کی مذمت :

اسلام عدل وانصاف کاعلمبردارہے،اس لئے اسلام میں ہر طرح کاظلم حرام ہے،ایک لمبی حدیث قدسی میں آپ ﷺ نےفرمایااللہ کاارشادہے:

”یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلته بینکم محرما فلا تظالموا“.(صحیح مسلم)

یعنی:”اےمیرےبندو!میں نےاپنےاوپرظلم کوحرام کرلیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام کردیا ہے لہٰذا ایک دوسرےپرظلم نہ کرو“۔

جابربن عبداللہ سےروایت ہےنبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

”اتَّقُوا الظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ

الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ، فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَمَلَهُمْ أَنْ سَفَكُوا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ". (صحیح مسلم)

یعنی: ''ظلم سے بچو کیونکہ ظلم سے قیامت کے دین تاریکیاں ہی ہوں گی، اور حرص وطمع سے بچو کیونکہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کردیا، اس نے انہیں آپس میں خونریزی اور حرام چیزوں کے ارتکاب پر ابھارا''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: **"واتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ".** (بخاری ومسلم)

یعنی: ''مظلوم کی بددعاء سے بچو، اس کی بددعاء اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا''۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: **"ثلاثُ دعواتٍ مستجاباتٌ لا شكَّ فيهنَّ: دعوةُ الوالِدِ، ودعوةُ المسافِرِ، ودعوةُ المظلومِ".** (سنن ابوداؤد وترمذی حدیث حسن)

یعنی: ''تین ایسے لوگ ہیں جن کی دعائیں بغیر کسی شک کے قبول ہوتی ہیں والد، مسافر اور مظلوم کی دعاء''۔

مظلوم اگر کافر ہے تو اس کی بھی بددعا اللہ تعالی قبول کرتا ہے، کافر سے محبت میں نہیں، عدل سے محبت کی خاطر اس لئے کہ اللہ تعالی عدل والا ہے وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: **"ان الله ليملى للظالم فاذا أخذه لم يفلته".** (صحیح مسلم)

یعنی: ''اللہ تعالی ظالم کو ڈھیل دیتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا''۔

عن عروة بن الزبير أن أروى بنت أويس ادعت على سعيد بن زيد أنه أخذ شيئا من أرضها، فخاصمته الى مروان بن الحكم، فقال سعيد: أنا كنت آخذ شيئا من أرضها بعد الذى سمعت من رسول الله ﷺ؟ فقال مروان وما سمعت من رسول الله؟ قال: من أخذ شبرا من الأرض ظلما فانه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين، فقال له مروان: لا أسألك بينة بعد هذا، فقال: اللهم ان كانت كاذبة فعم بصرها واقتلها فى أرضها، قال: فما ماتت حتى ذهب بصرها ثم بينما هى تمشى فى أرضها اذا وقعت فى حفرة فماتت. (متفق علیہ)

عروہ بن الزبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اروی بنت اویس نامی ایک عورت نے سعید بن زید (عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بہنوئی، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں رضی اللہ عنہ) کے خلاف دعوی کیا کہ انہوں نے اس کی زمین ہتھیالی ہے، وہ مروان بن الحکم کے پاس مقدمہ لے کر گئی، تو سعید بن زید نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث سننے کے بعد بھی کیا میں اس کی زمین ہڑپ کرسکتا ہوں؟ مروان بن الحکم نے کہا: آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا سنا ہے؟ کہا: جس نے کسی کی بھی زمین ایک بالشت ہی کیوں نہ ہو ظلما لی تو اسے

قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا، مروان نے ان سے کہا: اب اس کے بعد میں آپ سے ثبوت نہیں مانگتا، سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے اس عورت پر بددعا کردی، فرمایا اے اللہ یہ عورت اگر جھوٹی ہے تو اس کی بینائی چھین لے اور اسے اسی کی زمین میں موت دے دے، راوی کہتے ہیں کہ اس وقت تک اس عورت کی موت نہیں ہوئی جب تک کہ اس کی بینائی ختم نہیں ہوگئی، وہ اپنی زمین میں چل رہی تھی کہ ایک گڈھے میں گر کر مرگئی۔ (بخاری ومسلم)

صاحب ورع وزہد امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان لقيت الله بسبعين ذنبا فيما بينك وبين الله أهون عليک من أن تلقاه بذنب واحد فيما بينك وبين العباد.

یعنی: تم ستر گناہ (شرک کے علاوہ) لے کر اللہ سے ملاقات کرو جس کا تعلق تمہارے اور اللہ کے درمیان ہو، یہ زیادہ آسان ہے کہ تم اللہ سے ایک گناہ کے ساتھ ملو اور اس کا تعلق بندوں سے ہو۔

ظلم کی دو قسمیں ہیں: نمبر ۱- ظلم اکبر:

یعنی اللہ کے ساتھ شرک کرنا اس کے سوا کسی اور کی عبادت کرنا، یا اللہ کے ساتھ کفر کرنا، یہ ظلم اس طرح ہے کہ اللہ کے سوا بندہ جس کی عبادت کرتا ہے وہ عبادت کا مستحق ہے ہی نہیں، ساری عبادتوں کا مستحق صرف اور صرف اللہ کی ذات واحد ہے، گویا وہ عبادت کو ایسی جگہ رکھ رہا ہے جو اس کی جگہ نہیں ہے یہی معاملہ کفر کا ہے، اگر کوئی اللہ کے سوا کسی اور پر ایمان لاتا ہے یا اللہ کے سوا کسی اور کو رب اور خالق و مالک مانتا ہے تو وہ بڑے ظلم کا ارتکاب کرتا ہے کیونکہ اللہ پر ایمان لانا ضروری ہے، گویا وہ ایمان کو ایسی جگہ رکھ رہا ہے جو اس کی جگہ نہیں ہے جس ذات کو خالق مالک اور رب ماننا چاہئے اس کا انکار کر رہا ہے اور جس کا انکار ہونا چاہئے اس پر ایمان لا رہا ہے، اس کو خالق مالک اور رب مان رہا ہے، یہ سب ظلم ہے، اتنا بڑا ظلم کہ اس کے ارتکاب سے ایک شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے اور ہمیشہ کے لئے جہنم رسید ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ لُقْمَٰنُ لِٱبْنِهِۦ وَهُوَ يَعِظُهُۥ يَٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِٱللَّهِ ۖ إِنَّ ٱلشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ [لقمان: ۱۳]

یعنی: ''جب لقمان نے وعظ کرتے ہوئے اپنے بیٹے سے فرمایا: میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، کیوں کہ شرک بڑا بھاری ظلم ہے''۔

اس آیۃ میں ظلم سے مراد شرک ہے اس کی دلیل عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی:

﴿ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَلَمْ يَلْبِسُوٓا۟ إِيمَٰنَهُم بِظُلْمٍ أُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾ [الانعام: ۸۲]

یعنی: ''جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک سے پاک رکھا ایسے لوگوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں''۔

تو یہ آیت صحابہ کرام پر گراں گذری، انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا: **أينا لا يظلم نفسه** یعنی ہم میں سے

کون ہے جو اپنے نفس پر ظلم نہیں کرتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جیسا تم سمجھتے ہو ویسا نہیں ہے یہ ویسے ہی ہے جیسے لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: ﴿يَبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (صحیح بخاری ومسلم واللفظ لہ)

﴿إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ﴾ [المائدۃ:۷۲]

یعنی: ''جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا''۔

﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ [الانعام:۱۴۴]

یعنی: ''اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گڑھے تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے یقینا اللہ ظالم قوموں کو ہدایت نہیں دیتا''۔

﴿وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِينَ﴾ [یونس:۱۰۶]

یعنی: ''اور اللہ تعالی کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو نہ تمہیں نفع پہنچا سکے اور نہ تمہارا کچھ بگاڑ سکے، پھر بھی اگر ایسا کیا تو تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے''۔

اللہ تعالی نوح علیہ السلام کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنتَ وَمَن مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ [مؤمنون:۲۸]

یعنی: ''جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی پر اطمینان سے بیٹھ جائیں تو کہنا کہ سب تعریف اللہ کے لئے ہی ہے جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات عطا فرمائی''۔

﴿فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَلَا ضَرًّا وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ﴾ [سباء:۴۲]

یعنی: ''آج تم میں سے کوئی کسی کے لئے نفع نقصان کا مالک نہ ہوگا اور ہم ظالموں سے کہہ دیں گے کہ اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے رہے''۔

درج بالا تمام آیات میں ظالمین سے مراد مشرکین ہیں، اسی طرح وہ تمام آیات جن میں قوموں کی ہلاکت کا ذکر ہے اور آخر میں اللہ نے فرمایا: ﴿فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ یعنی ظالم قوموں کے لئے بربادی وہلاکت ہو، تو وہاں ظالمین سے بڑے ظلم کا ارتکاب کرنے والے مشرکین وکفار مراد ہیں۔

نمبر ۲۔ظلم اصغر:

جیسے انسان کا اپنے اوپر ظلم کرنا، کسی کو اس کا حق نہ دینا، کسی کو مارنا، ناانصافی کرنا وغیرہ، یہ وہ ظلم ہے جسے ظلم اصغر کہا جاتا ہے، یہ بھی گناہ کبیرہ ہے لیکن صرف اس کے ارتکاب سے انسان دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا، اور نہ ہی ہمیشہ کے لئے جہنم رسید ہوتا ہے اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا

لِّتَعۡتَدُوا۟ۚ وَمَن يَفۡعَلۡ ذَٰلِكَ فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَهُۥ﴾ [البقرۃ:۲۳۱]

یعنی: ’’جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت ختم کرنے پر آئیں تو اب انہیں اچھی طرح بساؤ، یا بھلائی کے ساتھ الگ کردو، اور انہیں تکلیف پہنچانے کی غرض سے ظلم وزیادتی کے لئے نہ روکو، جو شخص ایسا کرے تو اس نے اپنی جان پر ظلم کیا‘‘۔

ظلم اصغر کی بہت ساری صورتیں ہیں مثال کے طور پر:

(۱) قولی ظلم: یعنی زبان سے کسی پر ظلم کرنا جیسے غیبت، چغل خوری کرنا، گالی دینا، برے القاب سے پکارنا، مذاق اڑانا، تہمت لگانا، لوگوں کے عیوب بیان کرنا۔ جھوٹی گواہی دینا، متعین زندہ افراد پر لعنت بھیجنا وغیرہ۔

(۲) عمل وفعل سے کسی پر ظلم کرنا جیسے ناحق قتل کرنا، خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو، کسی کو مارنا پیٹنا، والدین کے حقوق ادا نہ کرنا، کسی کی ملکیت وجائیداد پر ناجائز قبضہ کرنا، بیویوں کو مہر نہ دینا، اللہ کی مسجدوں سے لوگوں کو روکنا، لوگوں کو ستانا، قرض واپس نہ کرنا، حق پر باطل کی مدد کرنا، گواہی کو چھپانا، حقائق مٹا دینا، وعدوں کو توڑ دینا، حق کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا، عورتوں کا نان ونفقہ اور ان کے حقوق نہ دینا، عورتوں کا اپنے شوہروں کی جائز چیزوں میں اطاعت نہ کرنا، ماتحتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کرنا، ناحق طور پر یتیموں کا مال کھانا، جانوروں سے ان کی طاقت سے زیادہ کام لینا، انہیں چارہ گھاس نہ دینا، وغیرہ۔

(۳) دل سے ظلم جیسے کسی کو حقیر جاننا، نفرت کرنا، حسد کرنا، بغض وعداوت رکھنا۔

(۴) انسان کا اپنے اوپر ظلم کرنا جیسے شرک وکفر کا ارتکاب کرے یہ نفس پر بڑا ظلم ہے، گناہوں کا ارتکاب کرے، اللہ کی عبادت وبندگی سے روگردانی اختیار کرے، شہوات کے پیچھے پڑے رہے، علم حاصل نہ کرے، فرائض وواجبات کی ادائیگی میں کوتاہی کرے، اپنے آپ کو گناہوں میں ملوث کرلے، بیمار ہو دوا نہ کرے، اپنی صحت وتندرستی کا خیال نہ رکھے، طاقت سے زیادہ کام کرے، جسم کو آرام نہ دے، شادی بیاہ کی طاقت اور گناہ میں پڑ جانے کے امکانات کے باوجود شادی نہ کرے، وغیرہ۔

(۵) بچوں پر ظلم جیسے: ان کی دینی تربیت نہ کرنا، انہیں صلاۃ وصوم سے اور داڑھی رکھنے سے روکنا، کپڑوں کو ٹخنوں سے اوپر رکھنے سے منع کرنا، ان پر بددعا کرنا، ان پر لعنت بھیجنا، ان کے درمیان انصاف نہ کرنا، بچوں کو ایک دوسرے پر ترجیح دینا، بچیوں کو وراثت نہ دینا، بچیوں کی شادی میں مال کے لئے تاخیر کرنا۔

(۶) عمال یعنی نوکروں پر ظلم: جیسے تنخواہ نہ دینا، یا کام زیادہ لینا اور تنخواہ کم دینا، یا معاہدہ وایگریمنٹ سے زیادہ کام لینا۔

(۷) ذمہ داران پر ظلم: جیسے ڈیوٹی کے اوقات میں اپنا ذاتی کام کرنا، منصب کا ناجائز فائدہ اٹھانا، بلا اجازت ڈیوٹی سے غائب رہنا، غبن کرنا، مال چرانا، رازوں کا افشاء کرنا، کما حقہ ذمہ داری ادا نہ کرنا، وغیرہ۔

(۸) لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھانا جیسے رشوت، سود، چوری، ڈکیتی، جوا، معاملات میں دھوکہ دہی، خیانت، غبن، جھوٹی گواہی، مال بیچتے وقت عیوب چھپانا، جھوٹی قسمیں کھا کر مال بیچنا یہ ساری چیزیں اور صورتیں ظلم اصغر میں آتی ہیں جس کا مرتکب دائرہ اسلام سے نہیں نکلتا، البتہ یہ حقوق العباد ہیں جب تک ادا نہ

کردیئے جائیں یا بندہ معاف نہ کردے اللہ تعالی بھی معاف نہیں کرے گا، قیامت کے دن اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو مظلوموں کو دے دی جائیں گی، اگر دینے کے باوجود اس کے پاس نیکیاں باقی رہیں اور اللہ کا فضل رہا تو وہ جنت کا حقدار ہوگا، اور اگر اس کے پاس نیکیاں کم پڑ گئیں تو مظلوموں کے گناہوں کو اس پر لاد دیا جائے گا پھر وہ جہنم کا حقدار بن جائے گا، پھر اللہ کی طرف سے جو سزا مقرر ہوگی کاٹنے کے بعد اسے جہنم سے نکالا جائے گا لیکن یہ اس صورت میں ہوگا جب اس کی وفات توحید پر ہوئی ہوگی اور اس نے شرک نہ کیا ہوگا، کیونکہ شرک پر جس کی وفات ہوگی، ہمیشہ کے لئے جہنم کا مستحق ہوجاتا ہے وہ کبھی بھی جنت میں نہیں جائے گا۔

دین اسلام میں حقوق العباد کی کیا اہمیت ہے، اس کی سنگینی و خطرناکی کا اندازہ درج ذیل چند حدیثوں سے لگایا جاسکتا ہے،

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

”من اقتطع حق امرء مسلم بيمينه فقد أوجب الله له النار وحرم عليه الجنة، فقال رجل وان كان شيئا يسيرا يارسول الله؟ قال :وان قضيبا من اَراک“. (مسلم)

یعنی: ”جس نے جھوٹی قسم سے کس مسلمان کا حق کھالیا ایسے شخص پر اللہ تعالی جہنم کو واجب اور جنت کو حرام کردیتا ہے، ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہے وہ معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: پیلو کی لکڑی یعنی مسواک ہی کیوں نہ ہو“۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

”من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه أوشىء فليتحلله منه اليوم قبل أن لا يكون دينار ولا درهم، ان كان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته، وان لم تكن له حسنات أخذ من سيئات صاحبه فحمل عليه“. (متفق علیہ)

یعنی: ”جس نے اپنے بھائی کی عزت یا کسی بھی چیز میں ظلم کیا ہے تو اس دن آنے سے پہلے جہاں روپۓ پیسے نہیں ہوں گے دنیا ہی میں اس سے حلال ہوجائے، اگر اس کے پاس نیک عمل ہوگا تو اس کے ظلم کے برابر اس سے لے لیا جائے گا اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کے گناہوں کو اس پر ڈال دیا جائے گا“۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”أتدرون من المفلس؟ قالوا: المفلس فينا من لا درهم له ولامتاع، فقال: ان المفلس من أمتى يأتى يوم القيامة بصلاة وصيام وزكاة، ويأتي قد شتم هذا، وقذف هذا، وأكل مال هذا، وسفك دم هذا، وضرب هذا، فيعطى هذا من حسناته، وهذا من حسناته، فان فنيت حسناته قبل أن يقضى ما عليه أخذ من خطاياهم فطرحت عليه ثم طرح فى النار“. (صحیح مسلم)

یعنی: ”کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ لوگوں نے کہا: جس کے مال ومتاع نہ ہو، آپ نے فرمایا: میری امت میں

مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن صلاۃ وصوم اور زکاۃ کے ساتھ آئے گا، ساتھ ہی کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا قتل کیا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا، تو اس کی نیکیاں سب کو دے دی جائیں گی، اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں اور ان سب کا حق ادا نہ ہوا تو ان کے گناہوں کو اس پر ڈال دیا جائے گا پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا''۔

درج ذیل آیات میں ظلم سے چھوٹا ظلم مراد ہے:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسَاجِدَ ٱللَّهِ أَن يُذْكَرَ فِيهَا ٱسْمُهُۥ وَسَعَىٰ فِى خَرَابِهَآ﴾[البقرۃ:۱۱۴]

یعنی: ''اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے ذکر سے روکے اور ان کی بربادی کی کوشش کرے''۔

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن كَتَمَ شَهَٰدَةً عِندَهُۥ مِنَ ٱللَّهِ ۗ وَمَا ٱللَّهُ بِغَٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾[البقرۃ:۱۴۰]

یعنی: ''اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اپنے پاس اللہ کی شہادت چھپائے، اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں''۔

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ۚ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا۟ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُۥ﴾[البقرۃ:۲۳۱]

یعنی: ''جب تم بیویوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت ختم کرنے پر آئیں تو انہیں اچھی طرح روک لو یا بھلائی کے ساتھ الگ کردو، انہیں ضرر پہنچانے کی غرض سے ظلم وزیادتی کے لئے نہ روکو، جو ایسا کرے اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا''۔

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَٰلَ ٱلْيَتَٰمَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِى بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾[النساء:۱۰]

یعنی: ''جو ظلماً یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ کو آگ کھا کر بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب دوزخ میں جائیں گے''۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا۟ ٱلْعِدَّةَ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ رَبَّكُمْ ۖ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنۢ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّآ أَن يَأْتِينَ بِفَٰحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ ٱللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُۥ﴾[الطلاق:۱]

یعنی: ''اے نبی! جب اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت (کے شروع) میں ان کو طلاق دو، اور عدت کو شمار کرو، اور اپنے رب اللہ سے ڈرو، انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ ہی وہ خود نکلیں، مگر یہ کہ وہ کھلی برائی کر بیٹھیں، یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں جو اللہ کی حدود سے آگے بڑھ جائے اس نے اپنے اوپر ظلم کیا''۔

معلوم ہوا کہ قرآن وسنت میں ہر جگہ ظلم سے بڑا ظلم ہی نہیں مراد ہے بلکہ کہیں بڑا ظلم یعنی کفر وشرک تو کہیں چھوٹا ظلم یعنی معصیت ونافرمانی مراد ہے، اس لئے یہ فرق ملحوظ خاطر رکھنا بہت ضروری ہے تاکہ لوگوں یا گناہوں پر حکم لگانے میں ہم ظلم وزیادتی اور غلو وتشدد سے بچ سکیں، اللہ تعالی ہمیں ہر طرح کے ظلم وزیادتی سے محفوظ رکھے، سلف صالحین کے عقیدہ ومنہج پر قائم رکھے آمین۔

ردِّ بدعات

محمد ﷺ کی یوم پیدائش منانے کا شرعی حکم؟

● تحریر: سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ ● ترجمہ: شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی (داعی و باحث صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی)

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن اهتدى بهداه اما بعد:

سوال: بہت سارے لوگوں کی طرف سے بار بار یہ سوال ہوا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کی یوم پیدائش پر جشن منانے اور اسکے دوران احتراماً کھڑے ہونے، اور آپ پر سلام بھیجنے نیز اس طرح سے ان جشنوں میں کئے جانے والے دیگر کاموں کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے علاوہ کسی کی بھی یوم پیدائش پر جشن منانا جائز نہیں، کیونکہ یہ دین اسلام میں ایجاد کردہ بدعتوں میں سے ہے، نہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایسا کیا ہے نہ آپ کے خلفائے راشدین نے، نہ ان کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اور نہ ہی ان کے بعد تابعین نے (یعنی قرون مفضّلہ میں کسی نے نہ کیا) جبکہ وہ اپنے بعد آنے والے تمام لوگوں کے بہ نسبت سنت کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے، آپ ﷺ سے سب سے زیادہ محبت، اور آپ کی شریعت کی سب سے بڑھ کر اتباع کرنے والے تھے، اور آپ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". (مسلم)

جس کسی نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس میں پہلے سے نہ تھی تو وہ مردود ہے۔ یعنی قبول نہ ہوگی، اسی کے منہ پر ماردی جائیگی۔ اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

"عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدي، تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ، وإياكم و محدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة".

"لوگو! میری سنت کو لازم پکڑو اور میرے بعد میرے نیکوکار ہدایت یافتہ جانشینوں کی سنت کو لازم پکڑو اور اسی پر جم جاؤ، اور اسے دانتوں سے دبالو، اور دین میں نئی نئی باتوں سے بچو کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔

ان دونوں حدیثوں میں بدعتوں کے ایجاد کرنے اور ان پر عمل کرنے کے سلسلے میں سخت تنبیہ ہے۔ اور اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟﴾ [الحشر:۷]

"اور تمہیں جو رسول دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ"۔

نیز ارشاد ہے: ﴿فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النور:۶۳]

"سنو جو لوگ حکم رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں انھیں

ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر زبردست آفت نہ آپڑے یا انھیں دردناک عذاب نہ پہونچے"۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے: ﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ [الاحزاب:۲۱]

"یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ موجود ہے اس شخص کیلئے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے"۔

مزید ارشاد ہے:

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ [التوبۃ: ۱۰۰]

"اور جو انصار اور مہاجرین سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے"۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ [المائدۃ:۳]

"آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا"۔

اور اس معنی کی آیتیں بے شمار ہیں، اور اس طرح کی سالگرہوں کے ایجاد کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے دین مکمل نہیں فرمایا، اور اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی امت تک لائق عمل چیزیں نہیں پہنچائیں یہاں تک کہ یہ بعد کے لوگ آئے اور اللہ کی شریعت میں اللہ کی غیر مشروع کردہ چیزیں یہ سوچتے ہوئے ایجاد کر دیں کہ یہ اعمال انہیں اللہ سے قریب کر دینگے!!! جبکہ یہ بڑی خطرناک اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ پر اعتراض والی بات ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے دین مکمل کر دیا ہے اور ان پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے، اور اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے کھلے پیغام کو لوگوں تک پہنچا دیا ہے اور انہیں جنت تک پہنچانے اور جہنم سے دور کرنے والے ہر راستے کی رہنمائی کر دی ہے، جیسا کہ حدیث صحیح میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"ما بعث الله من نبي إلا كان حقاً عليه أن يدل أمته على خير ما يعلمه لهم وينذرهم شر ما يعلمه لهم". (صحیح مسلم)

"اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا اس پر یہ واجب تھا کہ وہ جو بھی خیر و بھلائی جانتا ہو اپنی امت کو اسکی رہنمائی کر دے، اور جو بھی برائی جانتا ہو اس پر تنبیہ کر دے"۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ ہمارے نبی ﷺ جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سب سے افضل اور سلسلہ نبوت کی آخری کڑی ہیں انبیاء میں از روئے تبلیغ و نصیحت سب سے اکمل ہیں، اگر ایام پیدائش پر محافل میلاد کا انعقاد اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین میں سے ہوتا تو آپ اسے اپنی امت کو ضرور بتلاتے یا اپنی حیات مبارکہ میں ان کا اہتمام ضرور کئے ہوتے، یا آپ کے صحابہ

رضی اللہ عنہم اجمعین نے کیا ہوتا، لیکن جب ایسی کوئی بات نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ یہ دین اسلام کی کوئی چیز نہیں، بلکہ ان ایجاد کردہ بدعتوں میں سے ہے جس اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی امت کو ڈرایا اور تنبیہ کی ہے، جیسا کہ سابقہ دونوں حدیثوں میں اس کا ذکر ہوا، اور ان کے ہم معنی اور بھی حدیثیں ہیں جیسے کہ خطبہ جمعہ میں آپ ﷺ کا یہ فرمان: ''**أما بعد، فإن خير الحديث كتاب الله، وخير الهدي هدي محمد ﷺ، وشرالأمور محدثاتها، فإن كل بدعة ضلالة**''.(صحیح مسلم)

''أما بعد، بیشک سب سے اچھی بات اللہ کی کتاب اور سب سے اچھا طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، اور سب سے بری چیزیں نئی ایجاد کردہ بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے''۔

اور اس باب میں آیات و احادیث بے شمار ہیں نیز علمائے کرام کی ایک جماعت نے مذکورہ اور ان کے علاوہ دیگر دلائل کی روشنی میں ایام پیدائش پر جشن منانے کے عدم جواز اور اس سے بچنے کی صراحت کی ہے، جبکہ بعض متاخرین نے ان کی مخالفت کرتے ہوئے اسے ان صورتوں میں جائز قرار دیا ہے جبکہ ان میں خلاف شرع امور مثلاً، رسول ﷺ کی ذات میں غلو، مرد و زن کا اختلاط، تفریح و تماشہ کے آلات کا استعمال، اور اس طرح کے دیگر غیر شرعی امور نہ انجام پاتے ہوں، اور اسے بدعات حسنہ میں سے سمجھا ہے۔ حالانکہ شریعت کا قاعدہ یہ ہے کہ جن مسائل میں لوگوں کا اختلاف ہو جائے اسے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹا دیا جائے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾[النساء:۵۹]

''اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی، اور فرمانبرداری کرو رسول ﷺ کی، اور تم میں سے اختیار والوں کی، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹا دو اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول ﷺ کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے''۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۚ﴾

''اور جس جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے''۔[الشوریٰ:۱۰]

چنانچہ جب ہم مسئلہ محفل میلاد کو کتاب اللہ کی طرف لوٹاتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ کتاب اللہ ہمیں اللہ کے رسول ﷺ کی لائی ہوئی چیزوں کو کرنے اور آپ کی منع کردہ چیزوں سے بچنے کا حکم دیتی ہے اور یہ بتاتی ہے کہ اللہ نے اس امت کیلئے اپنے دین کی تکمیل کر دی ہے، اور یہ محفل میلاد اللہ کے رسول ﷺ کی لائی ہوئی چیزوں میں سے نہیں ہے۔ لہٰذا، میلاد منانا اللہ کے مکمل کردہ اور رسول اکرم ﷺ کے واجب الاتباع دین میں سے نہیں ہے۔ اسی طرح جب ہم مسئلہ ہذا کو سنت کی طرف لیجاتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ نہ تو اسے اللہ کے رسول ﷺ نے خود منایا، نہ منانے کا حکم دیا، نہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا، لہٰذا، معلوم ہوا کہ محفل میلاد دین اسلام کی کوئی چیز نہیں، بلکہ ایک نومولود بدعت اور اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی عیدوں کی مشابہت کا عمل ہے۔ اس سے ہر ادنیٰ صاحب بصیرت، حق جو، پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایام پیدائش پر جشن (BIRTH DAY) منانا دین اسلام میں نہیں ہے بلکہ

ان نو اختراع بدعات میں سے ہے جنھیں اللہ اوراس کے رسول ﷺ نے چھوڑنے اوران سے بچنے کا حکم دیا ہے،اور کسی عقلمند کو اس بات سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے کہ جابجالوگ کثرت سے محفل میلاد منعقد کرتے ہیں، کیونکہ حق زیادہ لوگوں کے کرنے سے نہیں پہچانا جاتا بلکہ حق شریعت کی ٹھوس اور مستحکم دلیلوں سے پہچانا جاتا ہے، جیسا کہ یہود و نصاریٰ کے بارے میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿وَقَالُواْ لَن يَدۡخُلَ ٱلۡجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوۡ نَصَٰرَىٰۗ تِلۡكَ أَمَانِيُّهُمۡۗ قُلۡ هَاتُواْ بُرۡهَٰنَكُمۡ إِن كُنتُمۡ صَٰدِقِينَ﴾[البقرۃ:۱۱۱]

’’یہ کہتے ہیں کہ جنت میں یہود و نصاریٰ کے سوا اور کوئی نہ جائے گا، یہ صرف ان کی جھوٹی آرزویں ہیں، ان سے کہو کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل تو پیش کرو‘‘۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَإِن تُطِعۡ أَكۡثَرَ مَن فِي ٱلۡأَرۡضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِۚ﴾[الانعام:۱۱۶]

’’اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ انکا کہا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کردینگے‘‘۔

اور میلاد کی بیشتر محفلیں بدعت ہونے کیساتھ دوسری برائیوں مثلاً، مرد وزن کا اختلاط، گانے اور موسیقی کے آلات کا استعمال، نشہ آور اشیاء کا استعمال، اوران کے علاوہ نہ جانے کن کن برائیوں اور بے حیائیوں کی آماجگاہ ہوتی ہیں، اور بسا اوقات ان محفلوں میں آپ ﷺ یا آپ کے علاوہ اولیاء کی شانوں میں غلو کرکے، ان سے دعائیں کرکے، فریادرسی کرکے، مدد طلب کرکے، انکے سلسلہ میں علم غیب کا عقیدہ رکھ کے، اسی طرح وہ سارے کفریہ اعمال انجام دیگر جنھیں لوگ ان محفلوں میں انجام دیتے ہیں، سب سے عظیم گناہ یعنی شرک اکبر تک کا ارتکاب کیا جاتا ہے، جبکہ حدیث صحیح میں اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

”إياكم والغلو، فإنما أهلك من كان قبلكم الغلو في الدين“۔

’’دین میں غلو سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو کرنے نے ہلاک کردیا‘‘۔

نیز ارشاد ہے:

”لا تطروني كما أطرت النصارىٰ ابن مريم، إنما عبد فقولوا عبد الله ورسوله“. (بخاری عن عمر)

’’تم (حد سے زیادہ تعریفیں کرکے) مجھے حد سے آگے نہ بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم کو حد سے آگے بڑھا دیا تھا، میں اللہ کا ایک بندہ ہوں، لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہو‘‘۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ اکثر لوگ ان خودساختہ جشنوں اور محفلوں میں بڑی نشاط اور چستی سے حاضر ہوتے ہیں، اور ان سے دفاع کرتے ہیں اور اللہ رب العالمین کے واجب کردہ صلوات باجماعت سے پیچھے رہ جاتے ہیں، اس سلسلے میں ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، یہ سوچتے تک نہیں کہ ایسا کرکے وہ کتنے بڑے منکر کا ارتکاب کررہے ہیں، بلاشبہہ یہ انکے ایمان کی کمزوری اور قلت بصیرت کا نتیجہ اور قسم قسم کے گناہوں اور معاصی سے دلوں کے زنگ آلود ہوجانے کا شاخسانہ ہے!!!، اللہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو عافیت بخشے۔

اسی طرح بعض لوگ یہ گمان وعقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ میلاد کی اس محفل میں حاضر ہوتے ہیں، چنانچہ اسی عقیدہ کے مطابق آپ کو تحیہ پیش کرتے ہوئے اور مرحبا کہتے

ہوئے تعظیماً کھڑے ہوتے ہیں، یہ عظیم ترین جھوٹ اور بدترین جہالت ہے، کیونکہ رسول کریم ﷺ روزِ قیامت سے قبل اپنی قبر مبارک سے نہ تو نکل سکتے ہیں، نہ لوگوں میں سے کسی سے مل سکتے ہیں اور نہ ان مجلسوں میں حاضر ہو سکتے ہیں، بلکہ آپ اپنی قبر پاک میں قیامت تک کیلئے مقیم ہیں اور آپ کی روح مبارک اپنے رب کے پاس اعلیٰ علیین دارِ کرامت میں ہے، چنانچہ سورۂ مومنون میں ارشاد باری ہے:

﴿ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ۝١٥ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ تُبْعَثُونَ﴾[المؤمنون:۱۵-۱۶]

''اس کے بعد پھر تم سب یقیناً مرجانے والے ہو، پھر قیامت کے دن بلاشبہہ تم سب اٹھائے جاؤ گے''۔

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:''**أنا أول من ينشق عنه القبر، وأنا أول شافع وأول مشفعٍ**''.

''قیامت کے روز سب سے پہلے مجھ سے قبر پھٹے گی اور میں سب سے پہلا سفارشی ہونگا، اور سب سے پہلے میری سفارش قبول ہوگی''۔

یہ آیت کریمہ اور حدیث شریف اور اس معنی کی دیگر آیات واحادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبیٔ رحمت ﷺ اور آپ کے علاوہ دیگر اموات قیامت کے روز ہی اپنی قبروں سے نکلیں گے، یہ علماء اسلام کا متفق علیہ مسئلہ ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ لہٰذا، ہر مسلمان کو ان مسائل کی طرف توجہ دینی چاہئے، اور جاہلوں اور جاہلوں جیسے لوگوں کی ایجاد کردہ بدعات وخرافات جن پر اللہ کی طرف سے کوئی دلیل و برہان نہیں، بچنا چاہئے۔ **واللہ المستعان وعليه التكلان، ولا حول ولا قوة إلا بالله.**

جہاں تک آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کا مسئلہ ہے، تو وہ اعمال صالحہ اور تقربِ الٰہی کے افضل ترین ذرائع میں سے ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيْهِ وَسَلِّمُواْ تَسْلِيمًا﴾

''اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے نبی ﷺ پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہا کرو''۔[الاحزاب:۵۶]

اور نبیٔ کریم ﷺ کا ارشاد ہے:''**من صلى علي صلاة واحدة صلى الله عليه بها عشراً**''۔

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ رب العالمین اس کے بدلے اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے''۔

اور آپ پر درود بھیجنا ہر وقت مشروع ہے، اور ہر نماز کے اخیر میں اس کی تاکید ہے، بلکہ علمائے کرام کی ایک جماعت کے نزدیک ہر نماز کے آخری تشہد میں واجب ہے اور بہت ساری جگہوں میں سنت ہے، جیسے اذان کے بعد، آپ ﷺ کا ذکر آنے پر، جمعہ کی رات ودن میں، جیسا کہ بے شمار حدیثوں سے اس کا پتہ چلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اور سارے مسلمانوں کو دین کی سمجھ اور اسلام پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اور تمام لوگوں پر سنت کے التزام اور بدعت سے اجتناب کا احسان فرمائے، بلاشبہ وہ نہایت سخی اور صاحب کرم ہے۔

وصلی اللہ علیٰ نبینا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ۔

[مجموعہ فتاویٰ سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ:۱/۱۷۸]

محاسن اسلام

انسداد منشیات سیرتِ صحابہ کے آئینہ میں

● شیخ نثار احمد محمد مستقیم مدنی (شیخ الجامعہ جامعۃ التوحید، بھیونڈی)

یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ کوئی نوجوان خواہ کتنا ہی حسین وجمیل اور ذہین وفطین ہو، بااخلاق وبامروت اور باشرع وباورع ہو، صحت مند وعقلمند اور مضبوط اعصاب کا مالک نیز سب کی آنکھوں کا تارا ہو لیکن جب بدقسمتی سے وہ نشہ خوری کے مرض کا شکار ہوجاتا ہے اور رفتہ رفتہ یہ مرض اس کے جسم کو دیمک کی طرح کھوکھلا کرنا شروع کردیتا ہے، اسے تناؤ، تکرار اور تعفن زدہ بنا دیتا ہے بالآخر دھیرے دھیرے وہ مالی، جسمانی، طبی، اخلاقی اور سماجی نقصانات ومسائل کے چنگل میں پھنسنے لگتا ہے، منہ سے بدبو، مجنوں کی طرح سڑکوں، گلیوں اور نکڑوں میں دیوانہ وار پھرتا اور ہر گزرنے والے کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہوئے نظر آتا ہے تو ایک ایک کرکے ہمیں اسکی ساری خوبیاں خامیوں میں تبدیل ہوتی دکھائی دیتی ہیں، کہ جو کبھی سب کا گرویدہ اور سب کی آنکھوں کا تارا تھا اب اس سے اپنے قریبی ہی پناہ مانگنے لگے ہیں، وہ اپنی بیوی بچوں، والدین، کنبہ خاندان، پڑوسیوں اور تمام خویش واقارب کے لیے دردسر بن جاتا ہے بالآخر ایک نشہ خور کی اچھی خاصی باعزت زندگی برباد ہوجاتی ہے اور اسکا اچھا خاصا پرسکون وخوشحال گھر تباہ وبرباد ہوجاتا ہے۔

منشیات شریعت کی نگاہ میں:

ہر قسم کی مشروبات، ماکولات، ادویہ، انجیکشنس، ٹافیاں، ٹوتھپیسٹ، مسالے جن کی کثیر یا قلیل مقدار میں استعمال انسان کو مدہوش کردے، اس کی عقل پر پردہ ڈال کر اسے نشہ میں مبتلا کردے اسے منشیات اور مخدرات کہتے ہیں خواہ قلیل مقدار میں اس کا استعمال ہوا ہو یا کثیر مقدار میں، سب منشیات کے ضمن میں آتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: **"کل مسکر خمروکل خمرحرام"** (صحیح مسلم:2003) ''ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے''۔

اور فرمایا:

"مأأسکر کثیرہ فقلیلہ حرام" (صحیح ترمذی:1865)

''جس کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو تو اس کی کم مقدار بھی حرام ہے''۔

اور فرمایا:

"الخمر ما خامر العقل". (صحیح بخاری:5581، صحیح مسلم:3032)

''خمر وہ ہے جو عقل کو مخمور ومغلوب کردے''۔

اور جب طارق بن سوید رضی اللہ عنہ نے شراب کو بطور دوا استعمال کیا تو آپ نے فرمایا:

"إنہ لیس بدواء ولکنہ داء". (صحیح مسلم:1984)

ان نصوص سے یہ ثابت ہوا کہ نشہ پیدا کرنے والی ہر دور میں

مختلف اخلاط سے تیار شدہ چیزیں شراب کے حکم میں ہیں اگرچہ انکے نام کچھ بھی ہوں جیسے حشیش، چرس، افیون، ہیروئین، بیڑی، سگریٹ، گٹکا، بھنگ، تاڑی، تمباکو، گانجہ، گل منجن، ڈرگس، نشہ آور ٹافیاں وسیرپ وغیرہ سب مسکرات کی فہرست میں شامل ہیں۔جنہیں فقہاء کرام نے تقریباً 14 طریقوں سے حرام قرار دیا ہے۔

شراب اور عرب معاشرہ: صدیوں سے عربوں کی معیشت کا بیشتر حصہ اسی شراب پر منحصر تھا، گھر گھر جس کی تجارت، استعمال اور جس کے لئے اپنی پوری انرجی صرف کرتا تھا۔ وہ اسے کھجور، گیہوں، انگور وغیرہ سے تیار کرتے تھے۔ان کے شعراء کے کلام جام وسبو سے بھرے ہیں جگہ جگہ ان کے یہاں شراب کی دکانیں تھیں ان کے مشہور بازاروں میں اسی کے رسیا مدہوش ہوکر شعری مجالس کا انعقاد کرتے تھے ان کے تمام بڑے شعراء جیسے لبید، طرفہ، عنترہ، اعشی وغیرہ اپنے قصیدوں میں بہت زیادہ جام وسبو کا تذکرہ کرتے نظر آتے ہیں خاص طور پر اعشی کا شعری جادو شراب پی کر کے ہی سر چڑھ کر بولتا تھا اندازہ کریں انکا ایک شاعر کہتا ہے:

إذا مت فادفني إلى جنب كرمة

تروي عظامي بعد موتي عروقها

''جب میں مرجاؤں تو مجھے انگور کے درخت کے پہلو میں دفن کردینا تاکہ میری موت کے بعد اس کی جڑیں میری ہڈیوں کو سیراب کرتی رہیں''۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے بہت سارے جاہلی اقدار اور رسم ورواج کی طرح یکلخت اس کی حرمت کا حکم نہیں نازل کیا بلکہ اسے مرحلہ وار حرام قرار دیا ہے پہلے نفرت دلاتے ہوئے کہا کہ اس میں گناہ عظیم ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے ہیں (البقرۃ: 219)اس کے بعد مدہوشی کے عالم میں صلاۃ کے قریب جانے کی ممانعت آئی (النساء:43)اس کے بعد مکمل طور پر اس کے نقصانات بیان کرکے حرمت نازل ہوتی ہے۔[المائدۃ: 91-95]

یہی وجہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا شراب نوشی کی لت میں مبتلا معاشرہ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

"ولو نزل أول شيء لا تشربوا الخمر لقالوا لا ندع الخمر أبدا"(صحیح بخاری:4707)

''اگر شروع ہی میں کہا جاتا کہ شراب مت پیو تو وہ کہتے کہ ہم کبھی شراب نہیں چھوڑیں گے''۔

منشیات کی حرمت کے اسباب:

اسلامی شریعت کے جملہ احکام ومسائل کا دارومدار پانچ چیزوں پر ہے جن کے تحفظ کے تئیں جہاں ایک طرف ٹھوس شرعی احکام ہیں وہیں دوسری طرف ان کی خلاف ورزی کی صورت میں حدود وتعزیری سزائیں متعین کی گئی ہیں وہ مقاصد ہیں:

دین کی حفاظت، جان کی حفاظت، عقل کی حفاظت، عزت کی حفاظت، اور مال کی حفاظت۔

منشیات کی حرمت کے پیچھے درحقیقت بالواسطہ یا بلا واسطہ یہ سارے ہی مقاصد پیش نظر ہیں کیونکہ یہ ام الخبائث مرض جہاں عقلوں پر پردہ ڈالتا، مال کو بے دریغ ضائع کرنے پر مجبور کرتا، رفتہ رفتہ دین کا جنازہ نکالتا، جان کو جوکھم میں ڈالتا، سرمستی کے عالم میں عزتوں پر حملہ کرنے پر مجبور کرتا بالآخر وہ ایک دوسرے

پر تہمت تراشی اور بہتان تراشی کرتا پھرتا ہے علاوہ ازیں وہ بھانت بھانت کے نقصانات سے دوچار ہوتا ہے آیئے ان میں سے بطور خاص چند کو قدرے وضاحت سے دیکھتے ہیں:

(الف) عقل انسانی جسم کا سردار ہے، جس کی بنیاد پر ایک شخص شرعی احکام کا پابند ہوتا ہے، حق وباطل کے مابین تمیز پر قدرت پاتا ہے، آفاق وانفس اور قرآن کے اسرار ومعانی میں ڈوب کر رب کا قرب اور تمام مخلوقات میں فوقیت حاصل کرتا اور اس کی سلامتی وتیزی کے سبب شرعی حدود میں رہتے ہوئے لوگوں کی نگاہوں میں محبوب وپسندیدہ قرار پاتا ہے ایک عرب بدو نے اسی لیے کہا تھا:

"لاأشرب مايشرب عقلي"

''میں ایسی چیز نہیں پی سکتا جو میری عقل کو پی جائے''۔

لیکن جب اسی عقل پر نشہ کے سبب پردہ پڑ جاتا ہے تو وہ فضائل کے بجائے رذائل کا خوگر اور خیر وشر کے مابین تمیز کو کھو دیتا ہے نتیجتاً وہ شرافت، مروت، اخلاقی اقدار اور اپنی عزیز سے عزیز شئ سبھوں کو داؤ پر لگا دیتا ہے۔ چنانچہ عربوں کے یہاں خانہ کعبہ کی تولیت اور کلید برداری انتہائی شرف وفضیلت کی باعث تھی جو آل اسماعیل سے ہٹ کر بنو خزاعہ کے ہاتھ میں آ گئی تھی جس کے سربراہ ان کے سردار ابوغبشان تھے لیکن وہ شرابی تھا چنانچہ وہ محض ایک بوتل شراب کے عوض اس شرف سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ زبیر بن بکار اپنی کتاب ''شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام:65'': میں رقم طراز ہیں کہ ایک دفعہ ابوغبشان (جو قبیلہ خزاعہ سے تھا) اور قصی بن کلاب (جو بنو اسماعیل سے تھا) دونوں طائف میں شراب نوشی کیلئے اکٹھا ہوئے چنانچہ جب ابوغبشان پورے طور پر سرمست ہو گیا تو محض ایک بوتل شراب کے عوض قصی سے خانہ کعبہ کی ذمہ داری اور اس کی چابی فروخت کر دی پھر قصی چابی لے کر مکہ مکرمہ گیا اور کہا: اے قریش کی جماعت! یہ تمہارے باپ کی کنجیاں ہیں جسے اللہ نے بغیر بدعہدی اور ظلم وزیادتی کے تمہیں لوٹا دیا ہے، جب ابوغبشان کو افاقہ ہوا تو بہت زیادہ شرمندہ ہوا اور قبیلہ خزاعہ قصی کے پاس چابی کی منتقلی کے لئے گئے تو انہوں نے منع کر دیا، چنانچہ اس کے بعد سے حماقت اور ناکامی میں اسے ضرب المثل کے طور پر پیش کیا جانے لگا۔ کیونکہ خانہ کعبہ کی تولیت بہت بڑے شرف وافتخار کی چیز تھی''۔

(ب) انسانی زندگی اللہ تعالی کا عطیہ اور اس کی گراں قدر نعمت ہے جس کی قیمت ہر فرد بشر پر عیاں ہے اور اس کی حفاظت ہر ہوش مند آدمی پر واجب ہے، اگر وہ اس کی ناقدری کرتے ہوئے اسے ضائع کرتا ہے یا اس کی حفاظت سے روگردانی کرتا ہے تو یہ اس نعمت کے ساتھ ناانصافی اور اللہ تعالی سے بغاوت کے مترادف ہے کیونکہ اللہ تعالی نے اس کی حفاظت کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ اس کے زیاں پر وعید شدید سنائی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۝٢٩ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ عُدْوَٰنًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرًا﴾ [النساء:۲۹-۳۰]

''اپنے آپ کو قتل نہ کرو یقینا اللہ تعالی تم پر نہایت مہربان ہے اور جو شخص یہ (نافرمانیاں) سرکشی اور ظلم سے کرے گا تو عنقریب ہم اس کو آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ پر آسان ہے''۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَلَا تُلْقُوا۟ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى ٱلتَّهْلُكَةِ﴾ [البقرۃ:۱۹۵]

''اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو''۔

(ج) نشہ آور چیزوں کے نقصانات:

تاریخ شاہد ہے کہ ہر دور میں شراب اپنے اندر جسمانی، سماجی، مالی، اخلاقی نہ جانے کس کس قسم کے نقصانات کا مجموعہ رہا ہے چنانچہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے قرآن وحدیث کے اندر اس کے استعمال سے مرتب ہونے والے نقصانات کو کھول کھول کر اسقدر بیان کر دیا تا کہ ہر صاحب عقل اس سے بچ کر اپنی دنیا وآخرت سنوار سکے کیونکہ اللہ نے ہمارے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور خبیث وگھٹیا چیزوں کو حرام قرار دیا ہے فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ ٱلطَّيِّبَـٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ ٱلْخَبَـٰٓئِثَ﴾ الآیۃ [الاعراف:۱۵۷] ''اور وہ ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور ان پر گھٹیا چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے''۔

شراب کے نقصانات کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِنَّمَا ٱلْخَمْرُ وَٱلْمَيْسِرُ وَٱلْأَنصَابُ وَٱلْأَزْلَـٰمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ ٱلشَّيْطَـٰنِ فَٱجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّمَا يُرِيدُ ٱلشَّيْطَـٰنُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ ٱلْعَدَٰوَةَ وَٱلْبَغْضَآءَ فِى ٱلْخَمْرِ وَٱلْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِ وَعَنِ ٱلصَّلَوٰةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ﴿٩١﴾﴾ [المائدۃ:۹۰-۹۱]"

''اے ایمان والو! بلا شبہ شراب اور جوا، بت اور پانسے گندے اور شیطانی کام ہیں سو ان سے بچتے رہو تا کہ تم فلاح پا جاؤ، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہاری آپس میں دشمنی اور رنجش ڈلوا دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو تم کو (ان کاموں سے) باز رہنا چاہئے''۔

آیت بالا میں اہل ایمان کو شراب اور جوئے سے کلی اجتناب کا حکم دیا ہے اور اس کے چند مصالح ذکر فرمائے مثلاً:

(1) یہ گندی چیز ہے۔ (2) یہ شیطانی عمل ہے۔ (3) ہر طرح کی کامیابی کا انحصار منشیات سے اجتناب میں ہے۔ (4) یہ بغض وعداوت پیدا کرنے کا سبب ہے (5) صلاۃ اور ذکر الٰہی سے غافل کرنے والی ہے (6) نشہ کی حالت میں ایمان رخصت ہوجاتا ہے: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"ولایشرب الشارب حین یشربها وهو مؤمن" شراب نوشی کے وقت شراب نوش کا ایمان اس سے جدا ہو جاتا ہے۔ (صحیح مسلم:57)

(7) شرابی کی نماز چالیس دن تک غیر مقبول ہوتی ہے: چنانچہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: کہ ''شراب پینے کے بعد چالیس دن تک اس کی صلاۃ قبول نہ ہوگی اگر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا اس طرح تین دفعہ توبہ قبول ہوگی اور چوتھی دفعہ ارتکاب کی صورت میں معاف نہیں فرمائے گا اور جہنم میں اسے نہر خبال سے سیراب کرے گا اور یہ جہنمیوں کی پیپ کی نہر ہوگی''۔ صحیح سنن ترمذی (1517) اور مسند احمد: (27475) میں جید سند سے روایت ہے کہ اسی حالت میں مرگیا تو کفر کی موت مرے گا۔

(8) شراب دس طرح سے ملعون ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لُعِنتِ الخمرُ على عشرةِ أوجُهٍ: بعينِها، وعاصرِها، ومعتَصرِها، وبائعِها، ومُبتاعِها، وحاملِها، والمحمولةِ إليهِ، وآكِلِ ثمنِها، وشاربِها، وساقيها".(صحیح ابن ماجہ:2741)

"شراب دس طرح سے ملعون ہے، یہ لعنت خود اس پر ہے، اس کے نچوڑنے والے پر، نچڑوانے والے پر، اس کے بیچنے والے پر، اس کے خریدنے والے پر، اس کو اٹھا کر لے جانے والے پر، اس شخص پر جس کے پاس اٹھا کر لے جائی جائے، اس کی قیمت کھانے والے پر، اس کے پینے والے پر اور اس کے پلانے والے پر"۔

سیرت صحابہ کے آئینہ میں منشیات سے اجتناب:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر تربیت رہ کر تمام جاہلی اقدار سے پاکی ونجات حاصل کی تھی اور ہر طرح کی خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ ہوکر تا قیامت اقوام عالم کے لیے آئیڈیل بننے میں کامیاب ہوئے تھے ذیل میں انسداد منشیات کے باب میں ان کی سیرت طیبہ سے ان کی چند ایسی خوبیوں سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی جارہی ہے جو نشہ خوری جیسی دائمی لت اور ام الخبائث سے انہیں چھٹکارا دینے میں سنگ میل ثابت ہوئے:

(1) صحابہ کرام ایمان کے معیار تھے:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بے شمار مقام پر صحابہ کرام کی تعریف، ان کی خوبیوں کا اظہار اور ان کے ایمان کی تعریف فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ حَبَّبَ إِلَيۡكُمُ ٱلۡإِيمَٰنَ وَزَيَّنَهُۥ فِي قُلُوبِكُمۡ﴾[الحجرات:۷]

"لیکن اللہ نے تمہارے لئے ایمان کو محبوب وپسندیدہ بنادیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں مزین وآراستہ کر دیا ہے"۔

اور تمام انسانیت کے لیے ان کے ایمان کو آئینہ ومعیار قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿فَإِنۡ ءَامَنُواْ بِمِثۡلِ مَآ ءَامَنتُم بِهِۦ فَقَدِ ٱهۡتَدَواْ﴾ [البقرۃ:۱۳۷]

"اگر یہ لوگ تمہاری طرح ایمان لائے تب ہدایت یاب ہوں گے"۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"آيَةُ الإيمَانِ حُبُّ الأنْصَارِ، وآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الأنْصَارِ".[صحیح بخاری:17وصحیح مسلم:74]

"انصار صحابہ سے محبت ایمان کی علامت اور ان سے بغض ونفرت نفاق کی پہچان وعلامت ہے"۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرابی کے ایمان سے متعلق ارشاد ہے:

"لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن ولا يشرب الخمر حين يشرب وهو مؤمن ولا يسرق حين يسرق وهو مؤمن ..."(صحیح البخاری:2475)

"زانی زنا کرتے وقت مومن نہیں ہوتا، شرابی شراب پیتے وقت مومن نہیں ہوتا اور چور چوری کرتے وقت مومن نہیں ہوتا ہے"۔

اب اندازہ کریں کہ ایک مسلمان شرابی روئے زمین کی اپنی سب سے قیمتی وگراں قدر متاع سے شراب نوشی کی حالت میں

محروم ہوجاتا ہے جس کی قدر وقیمت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اسکا ایک ذرہ قرآن کریم کے مطابق دنیا بھر کے سونے وجواہرات سے زیادہ قیمتی ہے کیونکہ روز قیامت ایک کافر آخرت کے دن نجات کے لیے اگر روے زمین کے برابر بھی سونا پیش کرے تو بھی اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں فرمائے گا۔(سورۃ آل عمران:91) جبکہ جہنم میں جل رہے ذرہ برابر ایمان کے مالک شخص کو جہنم سے نکال کر ہمیشہ ہمیش کی جنت میں داخل فرمائے گا۔(صحیح بخاری:22)

اس پر مستزاد یہ کہ ایک نشہ خور وقتی طور پر ایمان سے محرومی کے بجائے بسااوقات اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوکر انتہائی گھاٹے کا سودا کر جاتا ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے شرابیوں کے برے خاتمہ کا ایک عجیب وغریب واقعہ ذکر فرمایا ہے: ایک آدمی جو شراب وکباب کی محفلوں کی زینت بنتا تھا جب اسکے جانکنی کا عالم تھا اور روح قبض ہونے کی گھڑی آئی تو پاس موجود ایک شخص نے کہا اے فلاں! لا الہ الا اللہ کہو تو اس کے چہرہ کا رنگ بدل گیا، اس کی زبان گنگ ہوگئی اس شخص نے کئی دفعہ کلمہ کی تلقین کی یکا یک یہ شرابی اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور چیختے ہوئے کہتا ہے نہیں نہیں پہلے تم نوش کرو پھر مجھے جام پلاؤ اور یہی بار بار دہراتا رہا کہ روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی: ﴿وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِم مِّن قَبْلُ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُّرِيبٍ﴾[سباء:۵۴]''اور ان کے درمیان اور ان کی چاہت کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی جیسے ان کے پہلے گروہوں کے ساتھ کیا گیا تھا بیشک وہ دھوکا ڈالنے والے شک میں تھے''۔

یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے تین آدمیوں پر جنت حرام کردی ہے۔وہ تین یہ ہیں (۱) ہمیشہ شراب پینے والا (۲) والدین کی نافرمانی کرنے والا (۳) دیوث جو اپنے اہل میں بے حیائی کو دیکھے اور منع نہ کرے۔(صحیح النسائی:2561)

(2) شرعی احکام کے سامنے سرتسلیم خم کردینا:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو حب نبوی سے پورے طور پر سرشار اور آپ کے حکم کی تعمیل میں اپنی عزیز سے عزیز شئ نچھاور کرنے کے لیے سدا تیار رہتے تھے جسکے مظاہر اور واقعات بھرے پڑے ہیں جیسے عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ نے حالت کفر میں پیش کیا تھا۔(صحیح بخاری:2731)

اسی طرح جنگ احد میں جبکہ بیشتر مسلمان زخموں سے نڈھال اور شدید تکان سے دوچار تھے پھر بھی واپسی میں جب کفار مکہ مدینہ سے تقریباً آٹھ میل کے فاصلے پر حمراء الاسد کے مقام پر پہنچے تو انہوں نے دوبارہ پلٹ کر اہل مدینہ کو تہ تیغ کرنے کے لیے واپس ہوئے تو آپ نے دوبارہ مقابلہ آرائی کا حکم دیا چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے عروہ سے کہا:''اے میرے بھانجے! تیرے دونوں باپ زبیر (والد) اور ابوبکر (نانا) بھی ان میں شامل تھے، جب رسول اللہ ﷺ کو احد میں وہ تکالیف پہنچیں جو پہنچیں اور مشرکین واپس چلے گئے تو آپ نے خوف محسوس کیا کہ وہ پلٹ نہ آئیں تو فرمایا:''ان کے پیچھے کون جائے گا؟'' تو ان میں سے ستر آدمیوں نے لبیک کہا، ان میں ابوبکر اور زبیر بھی تھے۔''[صحیح بخاری:۴۰۷۷]

اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ

ٱلْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا۟ مِنْهُمْ وَٱتَّقَوْا۟ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝
[آل عمران:۱۷۲]

''وہ جنھوں نے اللہ اور رسول کا حکم مانا، اس کے بعد کہ انھیں زخم پہنچا، ان میں سے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے نیکی کی اور متقی بنے بہت بڑا اجر ہے''۔

ایسے ہی خیبر کے موقع پر جبکہ صحابہ کرام بھوک سے پورے طور پر نڈھال تھے اور اس وقت پالتو گدھوں کا کھانا حلال تھا چنانچہ انہیں گاؤں سے کچھ گدھے دستیاب ہوئے اور انہوں نے اسے ہانڈیوں پر پکانے کے لیے رکھا اور وہ پورے طور پر تیار ہی ہوا تھا کہ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے یہ اعلان کیا کہ اللہ اور اس کے رسول اس سے منع کر رہے ہیں چنانچہ صحابہ کرام نے (شدت بھوک کے وقت) جوش مارتے ہوئے گوشت ہانڈیوں سے انڈیل دیا۔(صحیح مسلم: 1940 وصحیح بخاری:2991)

کچھ یہی حال شراب سے متعلق تھا جن کے گھر، دوکانوں اور معاشرہ میں شراب نوشی کا عام چلن تھا ایمان کے یہ متوالے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانباز سپاہیوں کو شراب کی حرمت کا جب علم ہوتا ہے تو اس کا نقشہ خادم رسول انس رضی اللہ عنہ کھینچتے ہوئے کہتے ہیں: میں ابوطلحہ کے گھر (جو انکے سوتیلے والد تھے) لوگوں کو شراب پلا رہا تھا اور اس دن انکا شراب فضیخ تھا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے اعلان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ: خبر دار شراب حرام قرار دے دی گئی ہے چنانچہ مجھ سے ابوطلحہ نے کہا نکلو اور جام کو انڈیل دو میں نکلا اور میں نے جام کو پلٹ دیا جسکی وجہ سے مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگا۔(متفق علیہ)

معلوم ہوا کہ یہ شراب جو عقل، اخلاق، فرد ومعاشرہ کو تباہ کرتا، یکجہتی ووحدت کو پارہ پارہ کرتا اور انسانی زندگی کو مختلف مشکلات کی آماجگاہ بنا دیتا ہے چنانچہ جب اس کی حرمت کا حکم صادر ہوتا ہے تو سب کے سب شراب اور اس کے برتنوں سے اپنے گھروں کو خالی کر کے سڑکوں پر پھینک دیتے ہوئے کمال ایمان کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

(3) صحابہ کرام کی شراب نوشی سے حد درجہ نفرت:

شراب نوشی کے ماحول میں اس کے مفاسد اور جسمانی، مالی، سماجی واخلاقی نقصانات کے پیش نظر اشراف قریش اور بہت سے صحابہ کرام نے کبھی شراب کو منہ نہیں لگایا چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیق اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما جیسے بہت سارے صحابہ کرام نے زمانہ جاہلیت واسلام دونوں میں اپنے اوپر شراب کو حرام کر رکھا تھا علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد عبد المطلب بن ہاشم اور ورقہ بن نوفل کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے بھی اپنے اوپر شراب کو حرام کر رکھا تھا:

(الف) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا زمانہ جاہلیت میں آپ نے شراب نوشی کی ہے تو آپ نے ایک تاریخی جملہ ارشاد فرمایا:

"أصون عرضي وأحفظ مروءتي". ''میں اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کرتا ہوں اور اپنے اخلاق ومروت کو باقی رکھتا ہوں''۔

گویا وہ کہنا چاہتے ہیں کہ چونکہ اس کے ذریعہ انسان مجنوں کے مانند ہو کر لوگوں کے طعن وتشنیع کا نشانہ بنتا ہے، عقل پر پردہ پڑنے کے سبب ہذیان بکتا اور اخلاقی قدروں کو پامال کرتا ہوا نظر آتا

ہے لہذا میں لوگوں کی نگاہوں میں مضحکہ خیز بننا نہیں چاہتا ہوں۔

(ب) ابوموسی اشعری فرماتے تھے:

"ما أبالي: شربتُ الخمرَ أو عبدتُ هذه السارية من دون اللهِ عزَّ وجلَّ !"(صحیح النسائی:5679)

''مجھے نہیں پرواہ ہے کہ شراب نوشی کروں یا اس ستون کی اللہ کو چھوڑ کر پرستش کروں''۔

چونکہ شراب ام الخبائث ہے لہذا کوئی بعید نہیں کہ ایک شرابی اس چکر میں پھنس کر غیر اللہ کے سامنے سربسجود نہ ہو جائے کیونکہ اگر شرک وبت پرستی سے دل نجس ہوتا ہے تو شراب نوشی سے انسانی عقل نجس ہوتی ہے اور اسے ہر کام کو کرنے پر مجبور کر سکتی ہے۔ابن أبی الدنیا کہتے ہیں کہ:''میں نے ایک نشہ خور کو نشہ میں ڈوبے ہوئے دیکھا کہ وہ بغداد کی گلیوں میں پیشاب کر رہا ہے اور اسے اپنے کپڑے میں لگا رہا ہے اور کہہ رہا ہے:اللهم اجعلني من التوابين ومن المتطهرين".

(4) صحابہ کرام کا شراب جیسی رجس اور ام الخبائث سے لوگوں کو روکنا:

صحابہ کرام امت کے بہت بڑے خیر خواہ تھے اللہ کے غضب کو دعوت دینے والی ہر چیز سے امت کی تحذیر فرماتے تھے چنانچہ نشہ خوری جو ایک گندی چیز ہے کہ اسے مختلف چیزوں کو سڑانے کے بعد تیار کی جاتی ہے جس کی بو سے ایک شریف الطبع گھن محسوس کرتا ہے جسے قرآن نے رجس وگندگی اور شیطانی عمل قرار دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اسے ہر شر وفتن کی جڑ قرار دی چنانچہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَشْرَبْ الْخَمْرَ فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ.(صحیح ابن ماجہ)

''میرے خلیل ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہرگز شراب مت پینا کیونکہ یہ ہر شر کی کنجی ہے''۔

4۔سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''شراب سے بچو یہ تمام خرابیوں اور گناہوں کی جڑ ہے۔تم سے پہلے لوگوں میں ایک بہت بڑا عابد شخص تھا چنانچہ ایک بدکار عورت اس کے پیچھے پڑ گئی (اور اسے پھانسنا چاہا)۔اس نے اپنی لونڈی کو گواہی کی خاطر عابد کی طرف بلا بھیجا وہ عابد لونڈی کے ساتھ چل پڑا جب وہ ایک دروازے سے داخل ہوتا تو وہ پیچھے سے بند کر دیتی (اور تالا لگا دیتی) حتی کہ وہ ایک خوبصورت عورت کے پاس پہنچ گیا جس کے پاس ایک لڑکا اور شراب کا ایک مٹکا تھا۔وہ عورت کہنے لگی اللہ کی قسم میں نے آپ کو کسی گواہی کے لیے نہیں بلایا ہے بلکہ میں نے تو اس لیے بلایا کہ آپ مجھ سے بدکاری کریں یا یہ شراب پی لیں یا پھر لڑکے کو قتل کر دیں۔اس عابد نے (سوچ کر) کہا مجھے اس شراب کا ایک گلاس پلا دے اس نے شراب کا ایک گلاس پلا دیا، وہ (نشے میں آ کر) کہنے لگا مجھے اور پلاؤ۔وہ پیتا رہا حتی کہ اس نے عورت کے ساتھ بدکاری بھی کر لی اور اس لڑکے کو بھی مار دیا لہذا شراب سے بچو۔اللہ کی قسم شراب پر ہمیشگی ودوام اور ایمان اکھٹے نہیں ہوں گے مگر ان میں سے ایک دوسرے کو نکال دے گا''۔(صحیح سنن نسائی:5669)

اسی طرح کا ایک واقعہ موجودہ زمانہ میں پیش آیا جسے شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے بلوغ المرام کی شرح (5368) میں بیان فرمایا ہے: کہ ایک لبنانی جریدہ میں نشر ہوا ہے کہ ایک نوجوان شرابی پورے طور پر مست ہو کر گھر میں اپنی والدہ کے پاس آتا

ہے اور-نعوذ باللہ- اسے بار بار بدکاری کی طرف دعوت دیتا رہا اور ماں کے شدید انکار پر پر اسے دھمکاتا ہے کہ اگر فحش کام نہیں ہوا تو وہ اپنا گلا گھونٹ لے گا ماں متردد ہوئی اور بچہ کے انجام کو سوچتے ہوئے بادل ناخواستہ مجبور ہوگئی جب افاقہ ہوا اور نوجوان کو یہ محسوس ہوا کہ عالم مدہوشی میں اس سے کوئی گھناؤنا عمل سرزد ہوا ہے تو اس نے ماں کو قسم دلاتے ہوئے اصرار کر کے معاملہ کے بارے میں دریافت کیا، جب ماں نے بتایا تو پٹرول ٹنکی پر جا کر ایک ڈبہ میں پٹرول لایا اور حمام کو اندر سے بند کر کے جسم میں ڈال کر خود کو نذر آتش کر دیا''۔

(5) صحابہ کرام کا تقوی اور جواب دہی کا خوف:

ہر دور میں جام وسبو کا ماحول رہا ہے، نشہ خوری کے دور میں کچھ قانون سے، کچھ سماجی دباؤ سے، کچھ اپنے بڑوں کے خوف سے، کچھ اسکی نمایاں خرابیوں اور اس سے مرتب ہونے والے مفاسد اور نقصانات سے تو کچھ اللہ کے خوف وتقویٰ کی بنیاد پر اس ام الخبائث سے اپنے آپ کو کوسوں دور رکھتے تھے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جنہوں نے شراب نوشی کے کھلے ماحول کو قریب سے دیکھا بلکہ ان کی اکثریت اس کی رسیا رہ چکی تھی ایسے معاشرہ میں انہوں نے آنکھیں کھولیں تھیں جنکی گھٹی میں شراب بیٹھی ہوئی تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حسن تربیت کے نتیجہ میں تقوی کے اعلی مقام پر فائز تھے جو معمولی گناہ سے سدا خائف اور رب کی بارگاہ میں جواب دہی کو لیکر پیہم فکرمند رہا کرتے تھے لہذا صحابہ جنکے جان ومال کا سودا اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلہ کرلیا تھا وہ اپنے رب کے حکم سے کیونکر سرمو انحراف کرسکتے تھے یہی وجہ ہے کہ جب شراب کی حرمت نازل ہوتی ہے وہ پورے طور پر اس سے کوسوں دور ہو جاتے ہیں۔ ہاں جس طرح عہد رسالت میں تکوینی طور پر ایک دو واقعات زنا کاری کے اور اس پر حد رجم کی تنفیذ، لعان، بہتان تراشی اور حد قذف وغیرہ کے پیش آئے تھے تا کہ تا قیامت امت کے لئے اس کی مثال قائم ہو سکے اسی طرح دو شراب نوشی میں مبتلا افراد کا ذکر ملتا بھی ہے جن کا مختصراً تذکرہ پیش خدمت ہے:

(الف) **"أنَّ رَجُلًا علَى عَهْدِ النبيِّ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ كانَ اسْمُهُ عَبْدَ اللَّهِ، وكانَ يُلَقَّبُ حِمَارًا، وكانَ يُضْحِكُ رَسولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ، وكانَ النبيُّ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ قدْ جَلَدَهُ في الشَّرَابِ، فَأُتِيَ به يَوْمًا فأمَرَ به فَجُلِدَ، فَقالَ رَجُلٌ مِنَ القَوْمِ: اللَّهُمَّ العنْه، ما أكْثَرَ ما يُؤْتَى بهِ؟ فَقالَ النبيُّ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ: لا تَلْعَنُوهُ، فَوَاللَّهِ ما عَلِمْتُ إنَّه يُحِبُّ اللَّهَ ورَسولَهُ".** (صحیح بخاری:6780)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص جس کا نام عبداللہ تھا اور جس کا لقب "حمار" (گدھا) تھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہنساتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں شراب پینے پر مارا تھا تو انہیں ایک دن لایا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے حکم دیا اور انہیں مارا گیا۔ حاضرین میں ایک صاحب نے کہا اللہ اس پر لعنت کرے! کتنی مرتبہ لایا جاچکا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لعنت نہ کرو واللہ میں نے اس کے متعلق یہی جانا ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے''۔

(ب) دوسرے صحابی ابومحجن رضی اللہ عنہ تھے جو فتح مکہ کے بعد

مسلمان ہوئے وہ شراب کی لت کے شکار تھے ان پر اس کی وجہ سے کوڑے لگائے گئے وہ ایک عظیم بہادر تھے دین کی نصرت وحمایت میں پیش پیش رہتے تھے۔ چنانچہ جنگ قادسیہ کے موقع پر جس کے سپہ سالار سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے یہ بھی شوق جہاد وشہادت میں مسلمانوں کے ساتھ میدان کارزار کی طرف نکل پڑتے ہیں انہیں سعد رضی اللہ عنہ کے پاس لایا جاتا ہے جبکہ انہوں نے شراب پی رکھی تھی چنانچہ انہیں سعد رضی اللہ عنہ نے قید کردیا تا آنکہ جنگ ختم ہوجائے؟!۔

لیکن یہ قید وبند ان کے لئے بہت بڑا عذاب ثابت ہوا چنانچہ جب انہوں نے دیکھا کہ تلواریں ٹکرانے لگیں، تیروں کی بوچھار شروع ہوگئی، گھوڑوں کی آواز کانوں میں شور مچانے لگی اور یقین ہوگیا کہ اب میدان پورے طور پر تیار ہوگیا ہے اور جنت کے دروازے کھل گئے ہیں تو ان کی بے قراری شباب پر پہنچ گئی پھر انہوں نے سعد رضی اللہ عنہ کی زوجہ کو آواز دی اور کہا: اللہ کی قسم میں وعدہ کرتا ہوں اگر میں صحیح سالم بچ گیا تو واپس آکر دوبارہ مقید ہوجاؤں گا نہیں تو اگر مقتول ہوا تو آپ لوگ مجھ سے راحت پاجائیں گے۔

یہ وفور شوق سے نکلتے ہیں اور سعد کی بلقاء نامی گھوڑے پر تیر وتفنگ اور تلوار کے ساتھ سوار ہوتے ہیں اور کشتوں کے پشتے لگاتے ہوئے بھیڑ کو منتشر اور لاشوں کا ڈھیر لگادیتے ہیں اور اپنی بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے میدان میں چھا جاتے ہیں سعد رضی اللہ عنہ جو اسلامی فوج کی نگرانی کررہے ہیں انہیں تعجب ہوتا ہے کہ یہ للکار تو بلقاء گھوڑے کی اور ضرب کاری تو ابومحجن کی ہے حالانکہ ابومحجن تو قید میں ہیں جب دشمن شکست فاش کا شکار ہوجاتا ہے یہ واپس آکر مقید ہوجاتے ہیں چنانچہ اس عجیب وغریب معاملہ کا ذکر سعد رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے انہیں بتادیا تو انہیں ابومحجن کی دینی غیرت اور شوق جہاد پر بہت تعجب ہوا اور خود آکر اپنے ہاتھوں سے انکی رسی کھول دی اور کہا کھڑے ہوجاؤ اللہ کی قسم آج سے میں تمہیں کوڑے نہیں لگاؤں گا تو ابومحجن نے جواباً عرض کیا کہ اللہ کی قسم میں بھی اب کبھی شراب نوشی نہیں کروں گا۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ:4/173-174، والبدایۃ والنہایۃ9/632-633)

یہ دونوں صحابی جو اگرچہ کبیرہ گناہ کے مرتکب تھے ایک زمانہ تک اس کے رسیا رہے لیکن اللہ اور اس کے رسول، دین کی حمیت وغیرت سے پورے طور پر سرشار تھے۔

(6) صحابہ کرام اور اچھی صحبت:

جس طرح اہلِ صدق واہلِ تقویٰ کی صحبت انسان کی زندگی پر مثبت اثر ڈالتی ہے، یاس وقنوطیت سے امید وبیم اور اولوالعزمی کا درس دیتی ہے اسی طرح برے لوگوں کی صحبت وہم نشینی کے منفی اثرات بھی زندگی پر پڑتے ہیں، بروں کی صحبت کے نتیجہ میں ایک انسان لہو ولعب، شراب وکباب، چوری ڈکیتی، نشہ خوری اور سیہ کاری کی راہ پر گامزن ہوکر اپنے دین ودنیا تباہ کرکے اپنی زندگی اجیرن بنا دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال کے ذریعہ اس کی وضاحت فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ ’’برے ہم نشیں اور اچھے ساتھی کی مثال عطار اور لوہار کی سی ہے اچھا ساتھی عطر فروش کی طرح ہے کہ یا تو وہ تمہیں عطر تحفہ میں دے گا یا تم اس سے عطر خریدو گے یا کم از کم تم اس کے پاس اس کی پاکیزہ خوشبو سے لطف اندوز ہوگے۔ برا ساتھی بھٹی میں دھو نکنے والے کی طرح ہے جو یا تو تمہارے بدن اور کپڑے کو جلا

دے گا یا تم اس کی بدبو پاؤ گے۔(بخاری:2101 ومسلم:2628)

اور شراب نوشی جو انسان کو اللہ کے ذکر، صلاۃ اور قرآن سے غافل کرتی ہے چنانچہ اللہ نے فرمایا:

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ ٱلظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَٰلَيْتَنِى ٱتَّخَذْتُ مَعَ ٱلرَّسُولِ سَبِيلًا ﴿٢٧﴾ يَٰوَيْلَتَىٰ لَيْتَنِى لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ﴿٢٨﴾ لَّقَدْ أَضَلَّنِى عَنِ ٱلذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَآءَنِى﴾ [الفرقان:۲۷-۲۹]

''اور جس دن ناعاقبت اندیش ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کھائے گا اور کہے گا کہ اے کاش میں نے پیغمبر کے ساتھ رشتہ اختیار کیا ہوتا۔اے کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا،اس نے مجھ کو نصیحت کے میرے پاس آنے کے بعد بہکا دیا''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"المرءُ على دِينِ خَلِيلِه، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ"(صحیح أبي داود:4833)

''انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے؛ اس لیے تم میں سے ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے''۔

اور اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حبر الامہ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"لَاتُجَالِسْ أهلَ الأهواءِ فَانَّ مُجَالَسَتَهُمْ مُمَرِّضَةٌ لِلقلبِ" (الشریعۃ للآجری ج1ص452، الابانۃ الکبری لابن بطۃ ج2ص438وص521)

''بروں کی صحبت میں نہ بیٹھو اس لیے کہ ان کی صحبت دل اور روح کو بیمار کر دیتی ہے''۔

چونکہ صنادید قریش سے دوستی اور انکی مصاحبت نے دین اسلام کے بجائے ابوطالب کو عبد المطلب کے دین پر مرنے پر آمادہ کیا(صحیح بخاری:4772)اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حسن تربیت اور بہترین رفاقت نے یہودی غلام کو مرض الموت میں آپ کی دعوت کے سبب حلقہ بگوش اسلام بنادیا۔(بخاری:1356)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ حکم دیتے ہوئے امت کو ہر شر وفتن اور غلط عادات واطوار سے نجات حاصل کرنے کا نسخہ بتاتا ہے جو ایک نشہ خور کی صحبت سے لاحق ہوسکتی ہے:

﴿وَٱصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِٱلْغَدَوٰةِ وَٱلْعَشِىِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُۥ ۖ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۖ وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُۥ عَن ذِكْرِنَا وَٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ وَكَانَ أَمْرُهُۥ فُرُطًا﴾[الکھف:۲۸]

''اے نبی اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ جمائے رکھیے جو شب وروز اللہ کی خوشنودی چاہتے ہوئے اس کو پکارتے رہتے ہیں، اور دنیا کی زیب وزینت کی خاطر ان سے اپنی نگاہ کو ہرگز مت پھیریئے، اور ایسے لوگوں کی ہرگز پیروی نہ کریں جن کے دلوں کو میں نے اپنی ذکر سے غافل کر دیا ہے اور وہ خواہش نفس کے پجاری ہیں اور انکا معاملہ کوتاہی کا ہے''۔

معلوم ہوا کہ اہل تقویٰ کی ہمنشینی سے انسان مسجد کا باسی بن جاتا ہے جہاں کچی پیاز ولہسن کا استعمال حلال ہونے کے باوجود اس کی بو چونکہ فرشتوں اور فرشتہ صفت لوگوں کے لیے تکلیف دہ ہوتی ہے اس لئے ایک اس سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے لہٰذا متنوع خرابیوں کا مجموعہ ام الخبائث کا رسیا کیوں کر اس حالت میں مسجد میں جاسکے گا اور اہل تقویٰ کی صحبت سے فیضیاب ہوگا۔

تعلیم وتربیت

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انداز تربیت

● شیخ رضوان اللہ عبدالرؤف سراجیؔ (استاد: مرکز امام بخاری: تلولی، ممبئی)

محترم قارئین! اللہ تعالی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلم اور مربی بنا کر مبعوث کیا جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿هُوَ ٱلَّذِی بَعَثَ فِی ٱلۡأُمِّیِّـۧنَ رَسُولࣰا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوا۟ عَلَیۡهِمۡ ءَایَـٰتِهِۦ وَیُزَكِّیهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَـٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ وَإِن كَانُوا۟ مِن قَبۡلُ لَفِی ضَلَـٰلࣲ مُّبِینࣲ﴾ [الجمعۃ:۲]

''وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔ یقیناً یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے''۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑے اچھے طریقے سے یہ ذمہ داری نبھایا، لوگوں کی ایسی تربیت کی کہ آن کی آن میں دنیا کی سب سے بگڑی ہوئی قوم سدھر گئی اور گمراہ سیدھی راہ پر آگئے۔

آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تربیت کا وہ کون سا انداز اپنایا کہ معمولی وقت میں دنیا کی سب سے بگڑی ہوئی قوم کی اصلاح کرنے میں کامیاب ہوگئے چونکہ بہت سے اساتذہ اپنے شاگردوں کو، بہت سے والدین اپنے بچوں کو اور بہت سے ذمہ دار اپنے ماتحت رہنے والوں کو سنوارنا چاہتے ہیں لیکن ناکام ہوجاتے ہیں، انہیں کامیابی کا راستہ دکھانا چاہتے ہیں لیکن بچے نہیں مانتے کیوں کہ تربیت کا صحیح طریقہ نہیں اپناتے ہیں، تربیت کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ آیئے ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جانتے ہیں:

۱۔ اصلاح کرتے وقت سامنے والے کی توہین نہ کی جائے، اسے ذلیل نہ کیا جائے، اس کی اُنا کو مجروح نہ کیا جائے بلکہ اصلاح میں اس کی عزت کا خیال کیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کو کوئی غلطی کرتے دیکھتے تو منبر پر جلوہ افروز ہوتے اور بلا کسی کا نام لئے کہتے تھے ''مَا بَالُ أَقْوَامٍ'' لوگوں کو کیا ہوگیا ہے، اب اس میں غلطی کرنے والا بھی سن لیتا اور اپنی اصلاح کر لیتا، کسی کا نام لے کر عوام کے سامنے اصلاح کرنے سے اس کی انا کو ٹھیس پہونچتی ہے، اسے تکلیف ہوتی ہے، اسے ذلت ورسوائی کا احساس ہوتا ہے اور وہ آپ کی بات ماننے کے بجائے نہ صرف یہ کہ ٹھکرا دیتا ہے بلکہ موقع تلاش کرکے آپ سے بدلہ لینے کی کوشش کرتا ہے جس سے فضا مزید مکدر ہوجاتی ہے۔

۲۔ اصلاح کرتے وقت غلطی کرنے والے کے مزاج کا خیال کیا جائے، چونکہ غلطیاں بڑی بھی ہوتی ہیں اور چھوٹی بھی، اور ہر غلطی پر سختی نہیں ہونی چاہئے بلکہ کہیں نرمی تو کہیں سختی کرنا چاہئے، کہیں پیار بھرے لہجے میں سمجھانا چاہئے تو کہیں غصے کا اظہار بھی کرنا چاہئے اور یہ اسی وقت کر پاؤ گے جب سامنے والے کا مزاج سمجھ لوگے، کبھی غلطی بڑی ہوتی ہے لیکن سمجھاتے وقت نرم پہلو اپنایا جاتا ہے اور اسی طرح کبھی غلطی چھوٹی ہوتی ہے لیکن سمجھاتے وقت لہجہ سخت کرنا پڑتا ہے، قربان جایئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ تفہیم پر کہ مسجد میں ایک بدو آکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہی کھڑے ہوکر پیشاب کرتا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کچھ نہیں کہا حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غصہ ہوئے لیکن آپ

ﷺ نے منع کر دیا کہ اب تو وہ جگہ ناپاک ہو ہی چکی ہے، اب منع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اب اسے پیشاب کر لینے دو، جب وہ پیشاب سے فارغ ہوتا ہے تو آپ ﷺ نے اسے بلا کر پیار بھرے لہجے میں کہا:

''إِنَّ هَذِهِ الْمَسَاجِدَ لا تَصلُحُ لشيءٍ مِنْ هَذَا الْبَوْلِ وَالْقَذَرِ، إِنَّمَا تبنى لِذِكْرِ اللَّهِ وَالصَّلاةِ، وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ. فَأَمَرَ رَجُلا مِنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ بدلوٍ مِنْ ماءٍ، فَرَشَّهُ عليه''.(صحیح مسلم:۲۸۵)

''یہ مسجدیں اس پیشاب اور گندگی کے لئے نہیں بنائی جاتی ہیں، یہ اللہ کے ذکر، نماز اور تلاوت قرآن کے لئے بنائی جاتی ہیں، پھر آپ ﷺ نے قوم کے ایک آدمی کو حکم دیا تو وہ ایک بالٹی پانی لا کر اس پر چھڑکا''۔

غلطی کتنی بڑی تھی لیکن افہام وتفہیم کے انداز نے اس دیہاتی کے دل کو موہ لیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دوران نماز اس دیہاتی نے کہا:''اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا، وَلاَ تَرْحَمْ مَعَنَا أَحَدًا. فَلَمَّا سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْأَعْرَابِيِّ: لَقَدْ حَجَّرْتَ وَاسِعًا، يُرِيدُ رَحْمَةَ اللَّهِ''.

''اے اللہ! مجھ پر اور محمد پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی پر رحم نہ کر، جب نبی ﷺ کو پتہ چلا تو دیہاتی سے کہا اللہ کی رحمت کے چاہنے میں تم نے وسعت کو تنگ کر دیا''۔(صحیح بخاری:۶۰۱۰)

۳۔اصلاح کرتے وقت یہ نہ دیکھا جائے کہ ابھی بچہ ہے، بچہ ہو یا جوان، سب کی اصلاح کی جائے، آج اگر بچہ یا بچی غلطی کرتے ہیں تو انہیں یہ کہہ کر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ ابھی بچہ ہے، بچہ سمجھ کر انہیں ممنوع لباس پہنائے جاتے ہیں، ناجائز خواہشات پوری کی جاتی ہیں حالانکہ آپ ﷺ کے سامنے جس نے بھی غلطی کی خواہ بچہ ہو یا جوان ہر ایک کی اصلاح کیا ہے جیسا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے صدقہ کا ایک کھجور لے کر اپنے منہ میں ڈال لیا تو نبی ﷺ نے کہا:

''كِخْ كِخْ، لِيَطْرَحَهَا، ثُمَّ قَالَ:أَمَا شَعَرْتَ أَنَّا لاَ نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ''.(صحیح بخاری:۱۴۹۱،صحیح مسلم:۱۰۶۹)

''چھی چھی تاکہ وہ اسے پھینک دے پھر کہا کہ کیا آپ نہیں جانتے ہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے ہیں''۔

اسی طرح ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی گود میں بچہ تھا، (کھانے کے دوران) میرا ہاتھ پلیٹ میں گھومتا تھا تو آپ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے کہا:

''يَا غُلاَمُ، سَمِّ اللَّهَ، وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ، فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ''.(صحیح بخاری: ۵۳۷۶،صحیح مسلم:۲۰۲۲)

''اے بچے! اللہ کا نام لے اور دائیں ہاتھ سے کھا اور اپنے سامنے سے کھا پھر میرا کھانا اس کے بعد اسی طرح رہا''۔

۴۔اصلاح کرتے وقت نرم رویہ اپنایا جائے، حتی الامکان غصے سے احتراز کریں، صحابی رسول معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا، اتنے میں ہم لوگوں میں سے ایک شخص نے چھینکا، میں نے کہا''يَرْحَمُكَ اللَّه''تو لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کر دیا، میں نے کہا کاش مجھ پر میری ماں رو چکتی تم کیوں مجھ کو گھورتے ہو؟ یہ سن کر وہ لوگ اپنے ہاتھ رانوں پر مارنے لگے، جب میں نے دیکھا کہ وہ مجھ کو چپ کرانا چاہتے ہیں تو میں چپ ہو رہا، جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ چکے تو قربان ہوں آپ ﷺ پر میرے ماں باپ کہ میں نے آپ سے پہلے نہ آپ کے بعد کوئی آپ سے بہتر سکھانے والا دیکھا:

''فَوَاللَّهِ مَا كَهَرَنِي وَلَا ضَرَبَنِي وَلَا شَتَمَنِي،

قَالَ: إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ، لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ، إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ، أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ". (صحیح مسلم:۵۳۷)

"اللہ کی قسم! نہ آپ ﷺ نے مجھ کو جھڑکا، نہ مارا، نہ گالی دی، یوں فرمایا کہ نماز میں دنیا کی باتیں کرنا درست نہیں وہ تو تسبیح اور تکبیر اور قرآن مجید پڑھنا ہے یا جیسا آپ ﷺ نے فرمایا"۔

ہاں جہاں غصہ بجا ہو وہاں غصہ کریں جیسا کہ نبی ﷺ سے چند مقامات پر غصہ کرنا ثابت ہے، بطور مثال:

ا۔ جب کوئی کسی کے دین سے دور ہونے کا سبب بنتا تو آپ ﷺ غصہ ہوتے تھے جیسا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے، پھر اپنی قوم میں آتے اور انہیں نماز پڑھاتے، انہوں نے (ایک مرتبہ) نماز میں سورۃ البقرہ پڑھی، اس پر ایک صاحب جماعت سے الگ ہو گئے اور ہلکی نماز پڑھی، جب اس کے متعلق معاذ کو معلوم ہوا تو کہا وہ منافق ہے، معاذ کی یہ بات جب ان کو معلوم ہوئی تو وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم لوگ محنت کا کام کرتے ہیں اور اپنی اونٹنیوں کو خود پانی پلاتے ہیں معاذ نے کل رات ہمیں نماز پڑھائی اور سورۃ البقرہ پڑھنی شروع کر دی، اس لیے میں نماز توڑ کر الگ ہو گیا، اس پر وہ کہتے ہیں کہ میں منافق ہوں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"يَا مُعَاذُ، أَفَتَّانٌ أَنْتَ ثَلَاثًا، اقْرَأْ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الأَعْلَى وَنَحْوَهَا".

"اے معاذ! تم لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرتے ہو، تین مرتبہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا (جب امام ہو تو) "وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا"، اور "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الأَعْلَى" جیسی سورتیں پڑھا کرو"۔ (صحیح بخاری:۶۱۰۶، صحیح مسلم:۴۶۵)

یعنی امام مقتدیوں کا خیال کرے کیوں کہ اس میں کسان بھی ہوتے ہیں جو دن بھر کھیت میں محنت کرتے ہیں، انہیں آرام کی ضرورت ہوتی ہے، بیمار اور بزرگ وغیرہ بھی ہوتے جنہیں دیر تک کھڑا رہنے میں پریشانی ہوتی ہے، عثمان رضی اللہ عنہ نے جب اللہ کے رسول ﷺ سے کہا کہ مجھے میری قوم کا امام بنا دو تو آپ ﷺ نے فرمایا: "أَنْتَ إِمَامُهُمْ، وَاقْتَدِ بِأَضْعَفِهِمْ".

"تو اپنے قوم کا امام ہے اور تو ان میں سب سے کمزور کا خیال کر"۔ (سنن النسائی:۶۷۲)

۲۔ آپ ﷺ اس وقت بھی غصہ ہوتے تھے جب کسی کے غلط استدلال اور غلط مشورے سے کسی کی جان چلی جاتی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک شخص زخمی ہو گیا پھر اسے احتلام ہو گیا تو اسے غسل کا حکم دیا گیا، وہ غسل کیا اور مر گیا، یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہونچی تو آپ نے فرمایا:

"قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللَّهُ أَلَمْ يَكُنْ شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالَ".

"لوگوں نے اسے قتل کر دیا اللہ انہیں قتل کرے، کیا نہ جاننے کا علاج سوال نہیں ہے"۔ (سنن أبي داود:۳۳۷)

۳۔ آپ ﷺ اس وقت بھی غصہ ہوتے تھے جب کوئی کسی کے دل میں جھانکنے کی کوشش کرتا جیسا کہ اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جب ایک آدمی کو لا الہ الا اللہ کہنے کے باوجود قتل کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ لَكَ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّمَا قَالَهَا مَخَافَةَ السِّلَاحِ. قَالَ: أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتَّى تَعْلَمَ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ قَالَهَا أَمْ لَا؟ مَنْ لَكَ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ فَمَا زَالَ يَقُولُهَا حَتَّى وَدِدْتُ أَنِّي لَمْ

أُسْلِمْ إِلَّا يَوْمَئِذٍ". (سنن أبي داود: ۲۶۴۳)

"قیامت کے دن "لا إله إلا الله" کے سامنے تیری مدد کون کرے گا؟ میں نے کہا: اللہ کے رسول! اس نے یہ بات تلوار کے ڈر سے کہی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھ کیوں نہیں لیا کہ اس نے کلمہ تلوار کے ڈر سے پڑھا ہے یا (تلوار کے ڈر سے) نہیں (بلکہ اسلام کے لیے)؟ قیامت کے دن "لا إله إلا الله" کے سامنے تیری مدد کون کرے گا؟" آپ ﷺ برابر یہی بات فرماتے رہے، یہاں تک کہ میں نے سوچا کاش کہ میں آج ہی اسلام لایا ہوتا"۔

۴۔اصلاح کرتے وقت مجرم سے ہمدردی رکھئے، نفرت کا اظہار نہ کیجئے، چونکہ آپ ڈاکٹر ہیں اور گناہ گار مریض ہے اور ایک ڈاکٹر مریض سے جب ہمدردی رکھتا ہے تب اس کا علاج صحیح سے کرتا ہے، اگر نفرت ہوگا تو وہ علاج صحیح سے نہیں کرے گا، اسی طرح آپ بھی غلطیاں کرنے والوں سے ہمدردی رکھئے تا کہ صحیح سے اس کی اصلاح کرسکیں، ذرا سیرت رسول ﷺ کا یہ پہلو بھی دیکھئے کہ مجرم کتنا بڑا ہے لیکن آپ نے ہمدردی سے کام لیا، ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک نوجوان، نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے زنا کی اجازت دیں، لوگ اس پر پل پڑے اور کہا: خاموش ہوجا، خاموش ہوجا تو، لیکن آپ ﷺ نے اس نوجوان سے فرمایا: قریب ہو جا، پس وہ آپ ﷺ کے قریب ہو کر بیٹھ گیا، آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اپنی ماں کیلئے اس چیز کو پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے، آپ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی ماؤں کیلئے اس برائی کو پسند نہیں کرتے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا کیا تو اپنی بیٹی کے لئے اس چیز کو پسند کرے گا؟ اس نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کردے، آپ ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اس برائی کو اپنی بیٹیوں کے لئے پسند نہیں کرتے، آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا کیا تو زنا کو اپنی بہن کے لئے پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے، میں اپنی بہن کے لیے اس کو کبھی بھی پسند نہیں کروں گا، آپ ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اپنی بہنوں کے لئے اس برائی کو پسند نہیں کرتے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو اس کو اپنی پھوپھی کے لئے پسند کرے گا؟ اس نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم میں اس کو پسند نہیں کروں گا، اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے، آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر لوگ بھی اپنی پھوپھیوں کے لئے پسند نہیں کرتے، آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ کیا تو اس برائی کو اپنی خالہ کے لیے پسند کرے گا؟ اس نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں اس کو پسند نہیں کروں گا، اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کریں، آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر لوگ بھی اپنی خالاؤں کے لئے اس برائی کو پسند نہیں کرتے، آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا اور اس کے حق میں یہ دعا فرمائی:

"اللَّهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهُ وَطَهِّرْ قَلْبَهُ،وَحَصِّنْ فَرْجَهُ فَلَمْ يَكُنْ بَعْدُ ذَلِكَ الْفَتَى يَلْتَفِتُ إِلَى شَيْءٍ". (مسند أحمد: ۲۲۲۱۱)

"اے میرے اللہ! اس کے گناہ بخش دے، اس کے دل کو پاک کردے اور اس کی شرمگاہ کو محفوظ کردے، اس کے بعد وہ نوجوان کسی چیز کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھتا تھا"۔

آج قوم کے بے شمار رہبران اصلاح کا کام کررہے ہیں لیکن ناکام ہیں کیوں کہ ان کا طرز تربیت صحیح نہیں ہے، انہوں نے ان اصولوں کی پابندی نہیں کی۔

تاثرات واحساسات

جشن میلاد اور فکر وعمل کی نیرنگیاں

● شیخ رشید سمیع سلفی (جامعۃ التوحید، بھیونڈی)

ربیع الاول کی آمد کے ساتھ ہی فضا رنگ ونور میں ڈوب جاتی ہے، عشق رسول کا خاموش دریا ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے، احساسات کے در وبام پر عقیدت رسول کی ایک غیر مرئی چادر دراز ہوجاتی ہے۔گلیاں، راستے، چوراہے، بازار، مکانات کی کھڑکیاں اور دروازے روشنی میں نہا اٹھتے ہیں۔دیو ہیکل گیٹ، رنگ برنگ محرابیں، مصنوعی گنبد خضراء وخانہ کعبہ ہر چہار جانب نصب کردئے جاتے ہیں، چند دنوں کیلئے پوری بستی بقعۂ نور بن جاتی ہے۔

ایک ایسی نام نہاد عید کی سرخوشی اعصاب پر سوار ہوتی ہے جسکی ولادت ہی عہد خیر القرون کے بعد ہوئی، یہ پورا ہنگامۂ شور وشر نبی رحمت کی ولادت کے نام پر ہوتا ہے۔

سامان عیش ونشاط:

ربیع الأول کیا آتا ہیکہ بریلویت کے دن پھر جاتے ہیں، لذت کام ودہن بھی ہوتی ہے، رقص وسرود کی محفلیں بھی منعقد ہوتی ہیں، میوزک اور گانے تو دل کی دھڑکنوں کے ساتھ چلتے ہیں، میلادی واعظوں کے وجود میں تو جیسے بالی ووڈ کی روح سما جاتی ہے، اسٹیجوں پر بھنگڑے اور دھمال تو لطف کو دوبالا کردیتے ہیں، قوالیوں اور مشرکانہ نعتوں کا دور دورہ ہوتا ہے، اکسپرٹ میلادی مولوی ایک ایک شب میں یکے بعد دیگرے کئی اسٹیج کور کرتا ہے، نذرانوں اور ہدیوں کے مال غنیمت سے لدا پھندا گھر پہونچتا ہے، اگر ایک صرف میلاد اٹھالی جائے تو میلادی اصحاب جبہ ودستار اور قبوری تجارت کا دیوالیہ نکل جائیگا۔یوں سمجھئے کہ مفادات کے چھتر چھایا میں کاروبار میلاد پھل پھول رہا ہے، رگ غیرت جب پھڑکتی ہے تو وہابیوں پر نزلہ بھی گرالیا جاتا ہے کیونکہ یہ بھی عشق رسول کا لازمی تقاضا ہوتا ہے۔

گمشدہ محبت:

محبت رسول یقینا جزو ایمان ہے، تقاضائے دین ہے، لیکن یہ کونسا معیار محبت ہے جہاں تک یار غار کی بھی رسائی نہ ہوسکی، یہ حب رسول کی کونسی گمشدہ ادا تھی جسکا سراغ پورے خیر القرون میں نہیں لگایا جاسکا، غور کیجئے صدیقی دور خلافت میں دو دفعہ، فاروقی دور خلافت میں گیارہ مرتبہ، عثمانی دور خلافت میں بارہ مرتبہ اور علوی دور خلافت میں پانچ مرتبہ یہ دن آیا، اموی دور خلافت میں بیس دفعہ اور آخری صحابی حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ کی وفات تک نہ معلوم کتنی دفعہ یہ دن آیا، لیکن کسی ایک صحابی کے وہم وگمان میں بھی جشن میلاد نہیں گذرا، اسی طرح آئمہ اربعہ رحمہم اللہ علیہم اجمعین نے اپنے دور میں جشن میلاد النبی کا کبھی بھی اہتمام

نہیں فرمایا، ماہ وسال کی گردشیں مستقبل کا سفر طے کرتی رہیں اور عید میلاد کسی دور وادی میں محوخواب رہی، ساتویں صدی ہجری میں قبوری روح نے ایک جھرجھری لی اور کچھ کرگذرنے کا عزم کیا، پھر تاریخ کی اس طویل خلا کی بھرپائی جشن میلاد کی شکل میں کی گئی، صدیوں کی کوتاہی کا کفارہ ادا ہوگیا، بریلوی مکتب فکر کا یہ کارنامہ امت کو کتنی بلندیوں تک پہونچا چکا ہے؟ یہ بتانے کی ضرورت نہیں، کم سے کم اب ہم ان تمام قوموں سے شرمندہ تو نہیں ہیں جو اپنے پیغمبروں کا جنم دن مناتے ہیں، کیا خوب نیرنگئ فکروعمل ہے جس نے خیر وشر کے درمیان کی دوئی کو ختم کیا ہے، اب ہم بھی انکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کمال فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ اب کچھ بھی پہلے جیسا نہیں رہا، تمہارے پاس اگر کرسمس ہے تو ہمارے پاس عید میلاد النبی ہے، تمہارے پاس اگر میلاد مسیح کے نام پر جام وسبو اور رقص وسرود ہے تو ہمارے پاس بھی محبت رسول کے نام پر ہنگامۂ لہو ولعب ہے۔

محبت کے نام پر:

محبت رسول کے نام پر شریعت محمدیہ کی دھجیاں بکھیری جاتی ہیں، جشن میلاد کے تمام گورکھ دھندے اور اعمال وافعال اسلامی تعلیمات کا منہ چڑھاتے ہیں، یقین نہ آئے تو اس پورے منظرنامہ پر ایک سرسری نظر ڈال لیجئے۔

12 ربیع الاول کا جلوس اور جھنڈیاں، یارسول اللہ اور یا نبی اللہ کے نعرے، آلات میوزک اور موسیقی، مردوزن کا اختلاط، مال کا بے جا اسراف، نماز چھوڑ کر جلوس اور جلسوں میں مصروف ہونا، غیر اللہ سے استمداد، خانۂ کعبہ اور مسجد نبوی کی شبیہ بنا کر اسے گلی کوچے میں نصب کرنا اور تبرک حاصل کرنا، نبی کی حاضری کا عقیدہ، خودساختہ درود وسلام، موضوع ومن گھڑت روایات... اور نہ جانے کتنی خرافات سے ربیع الاول کو بار کردیا گیا ہے۔ سچ تو یہ ہیکہ قبوریوں کی ہوس بدعت اور مہم جوئی انھیں کبھی چین سے بیٹھنے نہیں دیتی، نئی دنیاؤں کی تلاش انھیں کہاں تک لے جائیگی؟ یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، تاریخ گواہ ہیکہ صاف ستھری شریعت انھیں کبھی راس نہیں آئی، اسی لئے انکی بھٹکتی ہوئی روح صرف بزرگوں کی قبروں پر نہیں بلکہ حیوانات کے آستانوں پر بھی سجدہ ریز ہوئی ہے۔

منزل پہ جب نہ ہوسکی تسکین جستجو
گمراہیوں کو حاصلِ ایماں سمجھ لیا

عقل وذہن کی نارسائی:

نبی کی ولادت باسعادت یقینا ایک پر مسرت موقع تھی لیکن اس سے کہیں زیادہ اہم آپ ﷺ کی بعثت تھی، یہی وجہ ہیکہ قرآن نے جابجا آپ کی بعثت کو اجاگر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن میں کہیں بھی نبی کی پیدائش کو بطور احسان نہیں ذکر کیا بلکہ آپ کی بعثت ونبوت کو بطور احسان ذکر کیا ہے، سچ بھی یہی ہیکہ انسانیت کو دین اسلام کی جو نعمت ملی وہ نبی کی بعثت سے ملی، کائنات میں ایمان وتوحید کی جو باد بہاری آئی آپ کی بعثت ونبوت کے نتیجے میں آئی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُواْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴾[آل عمران:۱۶۴]

ترجمہ: بیشک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ انہیں میں سے ایک رسول ان میں بھیجا، جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سُناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سِکھاتا ہے، یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھُلی گُمراہی میں تھے۔

یہ واضح اور کھلی ہوئی حقیقت نگاہوں سے اوجھل ہے، لیکن بریلوی خوردبین جب اپنے باطل عقائد کے ثبوت کیلئے دلائل کی تلاش میں نکلتی ہے تو ایسی نکتہ آفرینیاں کرتی ہے کہ اچھے بھلے چکرا جائیں، ایسی موشگافیاں چھیڑتی ہیکہ عقل ومنطق کے ماتھے پر پسینہ آجائے، مگر اپنے عقائد کا واضح ردان کورچشموں کو قرآن وسنت کے طول وعرض میں کہیں دکھائی نہیں دیتا، بس تاویلات وتحریفات کے سہاروں اور ضعاف موضوعات کے کناروں سے لگے بیٹھے ہیں۔

ہم کریں بات دلیلوں سےتو رد ہوتی ہے
انکے ہونٹوں کی خموشی بھی سند ہوتی ہے

عید میلاد یہودی فکر کا شاخسانہ:

اسلام کے اعلان تکمیل کے بعد تو اسلام میں کسی ادنی عمل کی بھی گنجائش نہیں تھی لیکن بریلویوں کے ہاتھوں اسلام کیلئے ایک ایسی عید مقدر تھی جو اپنے جلو میں خرافات کا ایک جنگل لے کر آرہی تھی، اس فتنۂ عظیمہ کا مشق ستم نبی کی ولادت کو بننا تھا، اگر نبی کی ولادت کسی عید کی متقاضی تھی تو اسلامی تاریخ میں ایسے شاندار حوالوں کی کمی نہ تھی جن سے دین میں عیدوں کی ایک قطار لگ جاتی۔

تفسیر کی کتابوں میں منقول ہیکہ ایک یہودی نے فاروق اعظم سے کہا، عمر! قرآن میں ایک ایسی آیت ہے کہ وہ اگر توریت میں ہوتی تو ہم اس کے یوم نزول کو عید کا دن بنا لیتے، فاروق اعظم نے پوچھا کون سی آیت؟ اس نے کہا:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ﴾[المائدۃ:۳]

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کردیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کردیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہوگیا۔

غور کیجئے، عیدسازی یہودی ذہن کی اپج تھی جسکا اظہار فاروق اعظم سے کیا گیا تھا لیکن سلف کی نگاہ دوررس فتنوں کی آہٹ کو محسوس کرلیا کرتی تھی، فرمایا: اللہ کی قسم! میں اُس دن کو خوب جانتا ہوں جس میں یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، جس گھڑی میں وہ نازل ہوئی، اُسے بھی جانتا ہوں۔ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جمعہ کے دن یوم عرفہ کو نازل ہوئی، لہٰذا وہ جگہ بھی افضل تھی اور وہ دن بھی افضل تھا۔

وہ تو یہودی تھا جو شریعت کی منشا کو سمجھ گیا اور جان گیا کہ وفات رسول کے بعد اب دین رسول اسکی متحمل نہیں ہوسکتی لیکن آج دلائل اور براہین کا پورا قلعہ اپنی تمام تر عظمتوں کے باوجود فرقۂ بریلویت کے سامنے بے بس ہے، ہر حوالہ پایۂ حقارت سے ٹھکرایا جارہا ہے، تنکوں کے سہارے اس عمل کو آگے بڑھایا جارہا ہے۔

فقہ وفتاویٰ

نماز کے بعد مصافحہ کرنے کا حکم

● شیخ عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی (مدیر مجلہ الجماعۃ، ممبئی)

سوال: عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ فرض نماز سے سلام پھیرنے کے بعد دائیں بائیں لوگوں سے مصافحہ شروع کر دیتے ہیں اور اسے مداومت کے ساتھ کرتے ہیں کچھ لوگ اسے فجر اور عصر میں خصوصی طور پر انجام دینے کی کوشش کرتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں ایسا کرنا کیسا ہے واضح فرمائیں؟

جواب: قرآن وحدیث کی روشنی میں کسی مسلمان بھائی سے ملاقات پر مصافحہ کرنا سنت ہے۔ صحابہ کرام جب ایک دوسرے سے ملتے تو سلام کے ساتھ مصافحہ بھی کرتے اور سفر سے لوٹتے تو معانقہ کرتے جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے: **عن أنس قال: ”كان أصحاب النبي ﷺ إذا تلاقوا تصافحوا، وإذا قدموا من سفر تعانقوا“.**

مصافحہ کا یہ حکم عام ہے مسجد میں ملاقات پر کیا جائے یا باہر کیا جائے یا کسی اور جگہ اور وقت پر کیا جائے اس میں کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے ہر صورت جائز اور درست ہے البتہ صورت مذکورہ میں فرض نمازوں کے بعد سلام پھیرنے پر مصافحہ کرنے کا جو ذکر ہے وہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ سے ثابت نہیں۔ نماز کے بعد صحابہ کرام ذکر اور تسبیح پڑھتے تھے، خصوصی طور پر دائیں اور بائیں نمازیوں سے مصافحہ نہیں کرتے تھے اسی لیے بعض اہل علم نے اس تخصیص کو بدعت قرار دیا ہے۔ چاہے وہ ہر فرض نماز کے بعد ہو یا عصر اور فجر میں خاص طور پر ہو کیونکہ نبی اکرم ﷺ، صحابہ کرام اور سلف صالحین سے ایسا قطعاً ثابت نہیں۔ اس لئے یہ عمل بدعتِ سیئہ اور باطل ہے۔ اگر یہ خیر کا کام ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس کی تعلیم ضرور دیتے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا نماز کے بعد مصافحہ سنت ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: ”نماز کے بعد مصافحہ بدعت ہے“۔ (مجموع الفتاوی: 339/23)

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”نماز کے بعد مصافحہ کرنا مکروہ ہے، کیونکہ صحابہ کرام نے کبھی نماز کے بعد مصافحہ نہیں کیا“۔ (رد المحتار علی الدر المختار: 381/6)

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ہمارے دور میں نماز کے بعد مصافحہ کرنا ایک عام بدعت بن چکا ہے، جس کا ترک کرنا ضروری ہے“۔ (السعایۃ فی الکشف عما فی شرح الوقایۃ: 264)

اسی طرح خصوصی طور پر نماز عصر اور فجر کے بعد مصافحہ کو اہل علم نے بدعت قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں علامہ عزالدین عبدالسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”نمازِ فجر وعصر کے بعد مصافحہ بدعت ہے، سوائے اس شخص کے جو نماز سے پہلے ملاقات نہ کر سکا ہو“۔ (فتاوی عز عبدالسلام: 389))

علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”نمازِ فجر وعصر اور جمعہ کے بعد مصافحہ کرنا بدعت ہے، کیونکہ شریعت میں مصافحہ کا وقت ملاقات کا آغاز ہے، نہ کہ نماز کے بعد“۔ (المدخل: 223/2)

ایک شبہ کا ازالہ:

علامہ نووی رحمہ اللہ اور بعض دیگر اہل علم نے نماز کے بعد

مصافحہ کوعموم پرمحمول کرتے ہوئے جواز کی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن یہ بات درست نہیں اہل علم نے اسکی تردید کی ہے۔ جیسے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور دیگر علماء نے بیان کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''علامہ نووی کا کہنا ہے کہ مصافحہ سنت ہے اور بعض اوقات میں اس کی پابندی کرنا اس کو سنت سے خارج نہیں کرتا۔ تاہم، میں کہتا ہوں کہ اس پر غور کی ضرورت ہے، کیونکہ نفل نماز سنت ہے، لیکن محققین نے کسی خاص وقت کے ساتھ اسے خاص کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے''۔ (فتح الباری:55/11)

اس سلسلے میں ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''علامہ نووی کے کلام میں تناقض ہے، کیونکہ کسی سنت پر بعض اوقات عمل کرنا بدعت نہیں کہلاتا۔ تاہم، نماز کے بعد مصافحہ کرنا مشروع نہیں۔ یہ بدعت ہے، کیونکہ مصافحہ کا اصل وقت ملاقات کا آغاز ہے''۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح:458/8)

عالم عرب کے معروف فقیہ اور مفتی شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے اس سلسلے میں پوچھا گیا تو انہوں نے مصافحہ کی عمومی مشروعیت بیان کرنے کے بعد فرمایا:''**أما ما يفعله بعض الناس من المبادرة بالمصافحة بعد الفريضة من حين يسلم التسليمة الثانية فلا أعلم له أصلاً، بل الأظهر كراهة ذلك لعدم الدليل، ولأن المصلي مشروع له في هذه الحال أن يبادر بالأذكار الشرعية التي كان يفعلها النبي – عليه الصلاة والسلام – بعد السلام من صلاة الفريضة''.**

''رہی بات یہ کی بعض لوگ فرض نماز میں سلام پھیرنے کے بعد جلدی جلدی مصافحہ جو شروع کرتے ہیں تو مجھے اس سلسلے میں کسی دلیل کا علم نہیں ہے بلکہ واضح بات یہ ہے کہ دلیل نہ ہونے کی وجہ سے یہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے اور اس وجہ سے بھی درست نہیں کہ فرض نماز کے بعد ذکر و اذکار کرنا مشروع ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ فرض نماز کے بعد ذکر و اذکار کیا کرتے تھے''۔ (مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ للامام ابن باز:11/199)

اسی طرح معروف فقیہ علامہ ابن العثیمین رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:''**هذه المصافحة لا أعلم لها أصلاً من السنة أو من فعل الصحابة رضي الله عنهم، ولكن الإنسان إذا فعلها بعد الصلاة لا على سبيل أنها مشروعة، ولكن على سبيل التأليف والمودة، فأرجو أن لا يكون بهذا بأس، لأن الناس اعتادوا ذلك. أما من فعلها معتقداً بأنها سنة فهذا لا ينبغي ولا يجوز له، حتى يثبت أنها سنة، ولا أعلم أنها سنة''.** ''یہ اس طرح نماز کے بعد مصافحہ کرنے کی سنت میں کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی صحابہ کرام کا اس پر کوئی عمل ہے البتہ اگر کوئی آدمی نماز کے بعد محبت اور تالیف قلب کے لیے ایسا کرلے اور یہ نہ سمجھے کہ یہ سنت ہے تو مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر کوئی آدمی اسے مشروع اور مسنون سمجھتے ہوئے کرتا ہے تو یہ غیر مناسب بات ہے اور جائز نہیں ہے یہاں تک کہ یہ ثابت ہو جائے کہ یہ سنت ہے اور اس بات کا مجھے کوئی علم نہیں ہے کہ یہ مسنون عمل ہے''۔ (مجموع فتاوی ورسائل الشیخ محمد صالح العثیمین-المجلد الثالث عشر)

خلاصہ کلام یہ کہ خصوصی طور پر نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا اور اسے مشروع اور مسنون سمجھنا درست نہیں، نہ تو یہ اللہ کے نبی ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی صحابہ کرام اور تابعین کا اس پر کوئی عمل موجود ہے اس لئے اس سے بچنا چاہیے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

آئینۂ جمعیت وجماعت

جمعیت کی دعوتی وتعلیمی سرگرمیاں

ادارہ

13/ جولائی بروز اتوار مسجد اہل حدیث میرا روڈ شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ کا خصوصی درس ہوا جس میں شیخ محترم نے قرآن وسنت کی روشنی میں حاضرین کو نصیحت کی۔

19/ جولائی بروز سنیچر بعد نماز مغرب تا عشاء اقراء دی ٹرتھ نیو ممبئی میں شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ کا ''فتنوں کے دور میں ایمان کی حفاظت'' کے موضوع پر خطاب ہوا۔جس میں شیخ محترم نے فرمایا کہ ہر چہار جانب سے مختلف قسم کے فتنوں کا دور دورہ ہے ایسے حالات میں قرآن وسنت کو مضبوطی سے تھامنے ہی میں نجات ہے۔

20/ جولائی بروز اتوار بعد نماز مغرب تا عشاء مسجد اہل حدیث جامعۃ الرشاد کرلا میں شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ کا ''اہل حدیث کا تعارف اور بعض غلط فہمیاں'' کے موضوع پر خطاب ہوا جس میں شیخ محترم نے اہل حدیث کا تعارف پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ جماعت کتاب اللہ اور سنت رسول پر منہج صحابہ کی روشنی میں عمل پیرا جماعت ہے اور تمام لوگوں کو اسی پر ہی عمل کر کے نجات ممکن ہے۔

26-27/ جولائی بروز سنیچر و اتوار شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ کا کلکتہ کے مختلف علاقوں میں خصوصی دروس کا اہتمام کیا گیا جس میں آپ نے لوگوں کو منہج سلف سے تعلق کو مضبوط کرنے اور قرآن وسنت پر عمل کرتے ہوئے زندگی گزارنے کی تلقین کی۔ خصوصی طور پر 27/ جولائی بروز اتوار مرکز السلف الدعوۃ والارشاد کے زیر اہتمام مولانا شوکت علی اسٹریٹ کلکتہ کے ایک اہم سیمینار میں ''انجینئر علی مرزا جہلمی کے افکار ونظریات کا جائزہ'' کے موضوع پر اپنا محاضرہ پیش کیا۔

27/ جولائی بروز اتوار مسجد اہل حدیث ومدرسہ سلفیہ بھارتی کملا نگر اناپ ہل وڈالا میں مؤسسہ ابن عثیمین کے زیر اہتمام صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے زیر سرپرستی ایک اجلاس عام کا انعقاد ہوا جس میں بحیثیت صدر اجلاس امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی/حفظہ اللہ نے شرکت کی اور صدارتی کلمات میں ''توحید کی اہمیت، علماء سے وابستگی اور جمعیت و جماعت کو لازم پکڑنے کی نصیحت کی''۔

30/ جولائی بعد نماز مغرب جامع مسجد اہل حدیث مرول گاؤں اندھیری میں فضیلۃ الشیخ ظفرالحسن مدنی/حفظہ اللہ کا خصوصی خطاب ہوا جس میں شیخ محترم نے ''تقوی وحسن اخلاق'' کے موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ تقوی اور حسن اخلاق یہ اتنی اہمیت کے حامل ہیں کہ اس کی بنیاد پر ہمارا جنت کے اندر

داخلہ نصیب ہوگا اور یہ وہ اعمال ہیں جو دنیا کے اندر قابل ملامت نہیں جبکہ ساری دنیا اور دنیا کی ساری چیزیں اللہ رب العالمین کے یہاں ملعون ہے. تقوی حسن اخلاق اس طریقے سے لازم وملزوم ہے کہ جس شخص کے اندر تقوی ہوگا وہ حسن اخلاق کا پیکر ہوگا جیسا کہ خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق حسنہ کے بلند مقام پر تھے اور آپ نے تقوی کے سلسلے میں فرمایا کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اللہ کا تقوی اختیار کرنے والا ہوں۔ لہٰذا حسن اخلاق کے لیے تقوی اپنانا یہ بہت ہی اہم ہے، ہمیں اپنے آپ کو تقوی اور حسن اخلاق کے زیور سے مزین کر کے دنیا میں ایک مسلمان کی حیثیت سے زندگی گزار گزارنی چاہیے۔

30/جولائی بروز بدھ بعد نماز عصر تا عشاء جامعۃ التوحید بھیونڈی کے صدائے توحید ثقافتی پروگرام میں شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ نے شرکت کی اور ''کتاب تیسیر الالہ'' کی شرح پیش کی جس میں جامعہ کے طلباء نے خصوصاً اور عمومی طور سے اساتذہ وحاضرین نے استفادہ کیا۔

31/جولائی بروز جمعرات شیخ ظفر الحسن مدنی/حفظہ اللہ کا مسجد خالد بن عبدالرحمان ٹیمکر محلہ بائیکلہ میں خصوصی خطاب رکھا گیا جس میں شیخ محترم نے قرآن وسنت کی روشنی میں وہاں پر موجود حاضرین کو خطاب فرمایا اور قرآن وسنت کو مضبوطی سے تھامنے، بدعت وخرافات اور سیئات سے اپنے آپ کو بچانے کی تلقین کی اور علماء، مساجد اور ائمہ سے جڑے رہنے اور ان سے اپنا تعلق مضبوط کرنے کی تلقین کی۔

2/اگست شام چھ بجے تا ساڑھے نو بجے مسجد اہل حدیث ٹاکولی کلوا، تھانہ میں ایک اجلاس عام کا انعقاد ہوا جس میں صدارت کے فرائض امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی/حفظہ اللہ نے انجام دیے اور مہمان خصوصی کی حیثیت سے شیخ ظفر الحسن مدنی/حفظہ اللہ نے شرکت کی خطباء میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ نے شرکت کی اور ''اتباع سنت یا تقلید'' کے اہم موضوع پر خطاب فرمایا جبکہ جامعہ اسلامیہ کوسہ ممبرا کے مدیر شیخ فیصل عبدالحکیم مدنی/حفظہ اللہ نے ''شرک کی مذمت اور اس کی مروجہ شکلیں'' جیسے اہم موضوع پر خطاب فرمایا۔

4/اگست بعد نماز مغرب تا عشاء جامع مسجد اہل حدیث فیت والا کمپاؤنڈ کرلا میں فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی/حفظہ اللہ کا خصوصی خطاب رکھا گیا جس میں شیخ محترم نے ''ذکر اللہ کی اہمیت اور فضیلت'' پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اللہ رب العالمین کا ذکر سب سے بڑی عبادت ہے اور اللہ کا ذکر صرف اللہ ہو اللہ ہو یا سبحان اللہ، الحمد للہ نہیں بلکہ اللہ رب العالمین کا ذکر تمام عبادتیں ہیں خصوصی طور سے نماز بھی اللہ رب العالمین کا ذکر ہے نیز رب کا ذکر یہ بھی ہے کہ اللہ تبارک وتعالی کی آیات اور قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک دوسرے کو نصیحت کرنے کے لیے ان چھوٹی چھوٹی مجلسوں کا انعقاد ان میں شرکت کرنا یہ بھی ذکر اللہ میں شامل ہے لہٰذا ان ذکر اللہ کی مجلسوں سے بھرپور استفادہ کرنا چاہیے۔

9/اگست بروز سنیچر بعد نماز عشاء مسجد اہل حدیث اقصیٰ چیتا کیمپ میں شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ کا خصوصی درس ہوا جس

میں آپ نے ’’صحابہ کرام کے فہم وعمل کا مقام‘‘ جیسے اہم موضوع پر خطاب کیا۔

10 ؍اگست بروز اتوار کلیہ احسن البنات کے زیر اہتمام مسجد اہل حدیث الجمعیۃ الخیریۃ السّلفیہ مانخورد منڈالا میں ایک اجلاس عام کا انعقاد ہوا جس میں شیخ عنایت اللہ مدنی ؍حفظہ اللہ نے ’’علم دین اور مدارس کی اہمیت‘‘ کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

15 ؍اگست بروز جمعہ بعد نماز عصر تا 10 ؍بجے شب جامع مسجد اہل حدیث کملا رامن نگر بیگن واڑی گوونڈی ممبئی میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی سرپرستی اور جامع مسجد اہل حدیث رحمانیہ کے زیر نگرانی ایک اصلاح معاشرہ کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے شیخ اصغر علی امام مہدی سلفی ؍حفظہ اللہ (امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند) نے شرکت کی اور اپنی خصوصی اور جامع نصیحتوں سے نوازا آپ نے علمائے اہل حدیث کی بے مثال قربانیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہمیں ان کے اسوہ کو تابندہ رکھنے کی تلقین کی۔ نیز شیخ اسلم صیاد سنابلی ؍حفظہ اللہ، شیخ مصطفی اجمل مدنی ؍حفظہ اللہ نے توحید اور اس پر استقامت کے سلسلے میں اپنے انداز میں سامعین کے دلوں کو گرمایا۔ اور شیخ عبدالحکیم مدنی ؍حفظہ اللہ نے تاریخی دلائل کی روشنی میں جہاد آزادی میں مسلمانوں کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے علمائے اہل حدیث خاص طور پر صادقین صادقپور کے قائدانہ کردار اور ان کی بے نظیر کاوشوں اور شہادتوں کو اجاگر کیا۔ اس کے بعد شیخ عبدالغفار سلفی ؍حفظہ اللہ نے اپنے دلنشیں اور خوش الحان لب ولہجہ میں اصلاح معاشرہ پر دلچسپ گفتگو کی اور پرمغز خطاب پیش فرمایا۔ نیز اس ’’اصلاح معاشرہ کانفرنس‘‘ کے صدارتی خطاب میں شیخ عبدالسلام سلفی ؍حفظہ اللہ (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی عظمیٰ) نے نہایت ہی جامع پیغام دیتے ہوئے ذکر کیا کہ آج یوم آزادی کی مناسبت سے پورا ملک خوشی سے سرشار ہے، بلاتفریق مذہب وملت ہر کوئی جوش وخروش کے ساتھ جشن منا رہا ہے، واقعتاً آزادی ایک بہت بڑی نعمت ہے لیکن اس مناسبت سے میں دو باتوں کے ذریعے ایک اہم پیغام دینا چاہتا ہوں اول اینکہ ہم اہل حدیثوں کا معاملہ اپنے ملک ووطن کے لیے، اسکی بقاء، حفاظت وسالمیت کے لئے ہمیشہ ہونا چاہیے وہ اس لیے کہ اس آزادی میں جن کا سب سے بڑا رول اور نمایاں کردار تھا وہ ہمارے علماء تھے، وہ علمائے اہل حدیث ہی تھے لہٰذا ہم اپنے اسلاف کی طرح اس ملک کی حفاظت میں جان ومال سے لگے رہیں گے۔

دوسری بات یہ کہ اس ملک میں 85 ؍فیصد غیر مسلم بستے ہیں جبکہ ہمارا تناسب تقریباً 15 ؍فیصد ہے، بحیثیتِ مسلمان ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہمارا معاملہ برادران وطن کے ساتھ اخوت وبھائی چارگی کا ہو، وفاداری اور صداقت کا ہو چنانچہ خود ہمارے اولین لیڈر مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ اسی بات کے مناد تھے کہ ہم ان سے یعنی برادران وطن سے جدا رہ کر نہیں رہ سکتے بلکہ ہم پر لازم ہے کہ اپنے تمام ہندوستانی بھائیوں سے مل جل کر رہیں۔

تاریخ بتلاتی ہے کہ ہمارا رہن سہن غیر مسلموں اور ہمسایوں کے ساتھ نفرت کا یا پروپیگنڈہ والا نہیں ہونا چاہیے بلکہ اخوت اور بھائی چارے کا ہونا چاہیے۔

میرے عزیزو!

اصلاح معاشرہ کی راہ میں ہم صحیح رول اس وقت تک ادا نہیں کر سکتے جب تک ان کا اعتماد اور وہ ہمارا اعتماد نہ حاصل کر لیں چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ ہجرت کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کافر پر اعتماد کیا تھا۔

آج ضرورت ہے کہ ہم اپنے معاملات، سیاست وغیرہ میں ان کو شامل کریں البتہ ایک بات ضرور یاد رہے کہ اس راہ میں ہمارا دین، عقیدہ اور منہج خطرے میں نہ پڑے!

وطن سے محبت فطری ہے، ہم اپنے وطن عزیز سے محبت ضرور کرتے ہیں مگر اس راہ میں بھٹکتے نہیں کرتے، ہم وطن پرستی کے نام پر غیر اللہ کی پوجا پرستش کے خلاف ہیں، آج ہمیں برادران وطن تک یہ پیغام پہنچانے کی اشد ضرورت ہے کہ مسلمان ایسے عقیدہ کی پیروی کرتا ہے جسکی بنیاد ''لا الہ الا اللہ'' ہے۔

اس کانفرنس کی نظامت کے فرائض صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی شیخ فیض الرحمن رحمانی رحفظہ اللہ نے انجام دیے اور آخر میں کانفرنس کے نگراں ضلعی جمعیت اہل حدیث نارتھ ایسٹ ممبئی کے امیر شیخ جلال الدین رفیضی حفظہ اللہ نے دعائیہ کلمات اور کلمات تشکر پیش کر کے مجلس کے اختتام کا اعلان کیا۔

17 راگست بروز اتوار مسجد اقصیٰ پونہ کے ایک اہم اجلاس میں شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے شرکت کی اور ''دہشت گردی کا خاتمہ'' جیسے اہم موضوع پر خطاب کیا۔

24 راگست بروز اتوار بعد نماز مغرب تا عشاء مسجد اہل حدیث خالد بن عبدالرحمن ٹیمکر محلہ میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ کا خصوصی خطاب ہوا جس میں شیخ محترم نے ''اسلامی تعلیم سے دوری کے نقصانات'' پر خطاب کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ اسلامی تعلیمات سے دوری کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ لوگ شرک وبدعت وخرافات میں ملوث ہو جاتے ہیں اور اپنے دین وایمان کو ضائع اور برباد کر دیتے ہیں، اس لیے اسلامی تعلیمات سے اپنے آپ کو مزین کرنا یہ بہت ہی اہم اور ضروری ہے تاکہ اس کے ذریعے سے آپ اپنے رب کو، اپنے رسول کو، اپنے دین اور شریعت کو اچھے طریقے سے سمجھ سکیں اور اس کی معرفت حاصل کر لیں تاکہ اسی کے مطابق آپ کی زندگی سنور سکے۔

31 راگست بروز اتوار مسجد اہل حدیث کلمبولی میں شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے ''علماء کے حقوق'' پر خصوصی خطاب فرمایا جس میں علماء کے حقوق کو بیان کرتے ہوئے لوگوں کو ان کی ادائیگی پر زور دیا اور ان کی عزت واحترام اور ان سے وابستگی کی نصیحت کی۔

اس کے علاوہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے زیر سرپرستی ممبئی کے مختلف مساجد میں اہم کتابوں کے ہفتہ واری اور پندرہ روزہ دروس جاری وساری ہیں۔ جیسے: ''کتاب التوحید'' مسجد اہل حدیث دارالہدیٰ ساکی ناکہ، ''مسائل الجاہلیۃ'' مسجد اہل حدیث کا پڑیا نگر کرلا، ''شرح السنۃ'' مسجد حسن کوسہ ممبرا، ''سلف صالحین کے اقوال'' مسجد اہل حدیث مومن پورہ۔ وغیرہ

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
September-October 2025

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمداللہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشرواشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کررہی ہے۔ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جارہاہے۔

- تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- علماء وائمہ کے لئے سالانہ دورہ تدریبیہ
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- مجلہ الجماعہ کی اشاعت۔
- کتابوں کی مفت تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون اور آسمانی وزمینی آفات پر بھرپور مدد۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔جزاھم اللہ خیراً

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070
9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai
subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com